

عقارب

آئینہ 11

عقارب صحرائی

Pakistanipoint
Waqar
Azeem



عمران سیریز

آپریشن 11 ستمبر

مکمل ناول

کچھ عقاب صحرائی

وی آئی پی پبلشرز
نیوانارکلی
لاہور

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

چند باتیں

جاسوسی ادب ایک ایسا ظلم ہو رہا ہے جس میں داخل ہوتے ہی قدم قدم پر حیرتوں کے پھاڑ فوٹے نکلتے ہیں اور جب معاملہ عمران اور نیکرٹ سروں کا ہو تو حیرتوں کا یہ سلسلہ قاری کو ایک ایسی دنیا میں لے جاتا ہے جہاں ہر موڑ پر قہقہوں کی برسات اک تیار نگ بھارتی ہے۔ ان دو آئندہ خوبوں کے ساتھ زیر نظر ناول ”آپریشن ۹۹ ستمبر“ یقیناً آپ کو ایک ایسی دنیا میں لے جائے گا جہاں ایڈیٹر سسٹمز اور حراج اپنی انتہاؤں کو پھور رہے ہیں۔

”آپریشن ۹۹ ستمبر“ انگریزیا کی تاریخ کی ہولناک ترین دہشت گردی سے پیدا ہونے والے نئے عالمی منظر نامے کو اپنے برسوں پرانے خوابوں کی تعبیر پانے کیلئے استعمال کرنے کی خوفناک سادش پر مشتمل ہے جو پاکیشیا کے اذلی دشمن کافرستان نے اسرائیل کی آشیر باد سے تیار کی تھی، انگریزیا کو اکھڑا کافرستان پراجیکٹ کی حمایت پر آمادہ کرنے کیلئے اچھا ہندو ہندو حکومت نے ایک خوفناک چال چلی اور دہشت گردی کی خلاف عالمی ہم کیلئے اپنے بری بکری اور فضائی فوجی اڈے انگریزیا کو غیر مشروط طور پر پیش کر دیے اور ساتھ ہی پاکیشیا پر

اس ناول کے تمام نام مستعار کردار واقعات اور پیش کردار جو کچھ نفسی فرضی ہیں۔ کسی قسم کی جردی یا کل مطابقت محض اتفاق ہوئی جس کے لئے پبلشرز مصنف پر اعتراض نہیں امداد نہیں ہوئے۔

مہدا احمد

عقاب جہاں

۱۵۱۸ محرم گرامی شاہد آباد

چیمبر کی بلاک ۵۵، ترینا کالونی دھیم پور خان

فون: ۸۰۴۲۶۶۱۱۱ - ۸۰۴۲۶۶۱۱۳

E-mail: vipbooks@pahoo.com

۹۹۹۹۹۹

وی آئی پی پبلشرز

وحید سٹریٹ ۱۹- پیر اخبار نیوا تاریکی لاہور

Vip_publishers@pahoo.com

اچانک حملے نے ذریعے اس کے شمالی و جنوبی علاقے کو ملانے والی مرکزی ریلوے لائن شاہراہوں، ٹیلی فون، بجلی، پیٹرولیم اور گیس کی مین لائنوں کو کاٹنے کی تیاری شروع کر دی۔ ایک یکسر بدلی ہوئی عالمی صورتحال کی وجہ سے پاکیشیا شیعہ بین الاقوامی دباؤ میں تھا ان حالات میں کافر مہمان کی طرف سے اچانک حملہ ملکی سلامتی کیلئے تباہ کن صورتحال پیدا کر گئے تھا۔ ہمسایہ ملک افغانستان کے خلاف ایکریمین آپریشن کی تیاریاں الگ سے جاری تھیں جس کی وجہ سے ملکی تاریخ میں پہلی بار پاکیشیا کو مشرقی اور مغربی دونوں سرحدوں پر بیک وقت سخت خطرات درپیش تھیں۔

11 ستمبر کی دہشت گردی کی وجہ سے پیدا ہونے والی نئی عالمی صورتحال کے باعث پاکیشیا کو بین الاقوامی برادری سے بھی کسی قسم کا کوئی تعاون حاصل نہیں ہو رہا تھا ان گھمبیر حالات میں حکومت کافرستان کے گھناؤنے منصوبے ”آپریشن 11 ستمبر“ کو ناکام بنانے کیلئے صدر مملکت کی نگاہ انتخاب بالآخر ایکسٹو پر پڑی اور اسے ہنگامی طور پر ایک ایسے مشن پر کام کرنا پڑا جس نے پوری سیکرٹ سروس کو عملاً موت کے منہ میں دھکیل دیا اس ناول میں ایڈونچر کا ایک ایسا رنگ دکھائی دے گا جو عمران میریز کے قارئین کو یقیناً مدتوں یاد رہے گا۔ قارئین کرام! آپ کو یہ ناول کیسا لگا؟ اس حوالے سے اپنے تبصرے اور تجاویز سے ضرور آگاہ کیجئے گا اور اب آخر میں دہشت گردی کیخلاف عالمی مہم کے حوالے سے ایک تازہ ترین لطیفہ پیش کرتے

ہوئے اگلے ناول کی چند باتوں تک ہم آپ سے اجازت چاہتے ہیں۔

افغانیہ میں آپریشن کے دوران ایک ایکریمین فوجی پہاڑی چراگاہ کی طرف جانکلا وہاں ایک نو عمر گڈریا اپنی بھیڑیں چرا رہا تھا ایکریمین نے گڈریے سے کہا کہ اگر میں بغیر گنتی کیئے یہ بتا دوں کہ تمہارے ریوڑ میں کتنی بھیڑیں ہیں تو بولو کیسا رہے گا؟

گڈریے نے اپنی سینکڑوں بھیڑوں پر ایک نگاہ دوڑائی اور جواب دیا:

”اگر واقعی تم نے ٹھیک ٹھیک تعداد بتا دی تو تمہیں انعام میں اپنی پسند کی ایک بھیڑ لے جانے کی اجازت ہوگی!“

ایکریمین نے اپنی جیب سے ایک سیٹلائٹ گائیڈڈ آلہ نکالا اور اس پر ایک نظر ڈالتے ہوئے جواب دیا:

”مسٹر خان! تمہارے ریوڑ میں تین سو پچاس بھیڑیں ہیں!“

افغان چراواہا ہکا بکارہ گیا اور کہا:

”صاحب! آپ نے تو واقعی کمال کر دیا!“

ایکریمین فوجی نے ریوڑ سے اپنی پسند کی ایک بھیڑ بطور انعام

پکڑ لی..... ابھی وہ واپسی کی تیاری کر ہی رہا تھا کہ گڈریے نے کہا:

”صاحب! اگر میں آپ کو بتا دوں کہ آپ کون ہیں اور کیا کام

کرتے ہیں تو کیسا رہے گا؟“

ایکریمین فوجی نو عمر گڈریے کے اس دعوے پر حیرت کا اظہار

کر آئے ہوئے کسی تاخیر کے بغیر فوراً بولا :

”تو پھر بتاؤ.....؟“

”تم انگریزین ہو اور دہشت گردی کیخلاف عالمی مہم کے سلسلے میں
لاہور پہنچا ہوا“ گڈریک نے کسی توقف کے بغیر جواب دیا۔

”تمہیں کیسے پتہ چل گیا؟“ انگریزین فوجی حیرت زدہ رہ گیا تھا۔

”اس بات سے کہ تم نے میرے ریورس سے جو بھیڑ پسند کی ہے وہ
کتا ہے!“ گڈریک نے جواب دیا۔

والسلام

عقاب صحرائی

.....

”عشق حقیقی وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے کیا جائے اور عشق مجازی وہ
جو انسانوں کے درمیان تحریک پکڑے مثلاً اپنے تنویر کا جولیا سے چوٹ
لڑانا.....“ عمران فلسفیانہ انداز میں بولے چلا جا رہا تھا۔

”بکواس بند کرو!“ تنویر نے چیخ کر عمران کی بات کاٹ دی وہ
آپے سے باہر ہو چکا تھا اور بڑی سی میز کے گرد بیٹھے سیکرٹ سروس کے
ممبرز مسکرا رہے تھے۔

طویل عرصے کی بے کاری نے ممبران کو خاصاً بور کر دیا تھا اس لئے
انہوں نے مل کر کسی ہوٹل میں ڈنر کا پروگرام بنایا، نعمانی کی تجویز پر
”فرہاد“ ہوٹل کا انتخاب عمل میں آیا۔ نتیجہ کے طور پر سب لوگ فرہاد
ہوٹل کے جھگمگاتے ہال میں ایک بڑی سی میز کے گرد براجمان تھے۔

یہ ہوٹل حال ہی میں دارالحکومت کے مصروف ترین علاقے میں
قائم ہوا تھا اور اپنی اعلیٰ سروس اور لنڈیز کھانوں کا سکھ جما چکا تھا۔ باتوں

ہی باتوں میں ہوٹل کے نام کا ذکر آیا تو عمران نے بال کی کھال اتارنا شروع کر دی۔

مشرق کی لوک داستان ”شیریں فرہاد“ کو عمران نے جب دلچسپ پیرائے میں بیان کرنا شروع کیا تو سیکرٹ سروس کے ارکان اس اچھوتے موضوع پر اس کی معلومات پر حیران رہ گئے۔ خصوصاً جولیا نے اس قصے کو خاصی دلچسپی سے سنا۔ عمران نے فرہاد کے جذبہ عشق اور اس کی لگن کو ایسے مسحور کن انداز میں بیان کیا کہ ممبران ڈنر کو فراموش کر بیٹھے ابھی عمران کی تقریر کا سلسلہ جاری تھا کہ چوہان پوچھ بیٹھا۔

”عمران صاحب! عشق حقیقی اور عشق مجازی میں کیا فرق ہے!“

عمران کو تنویر پر چوٹ کرنے کا سنہری موقع ہاتھ آ گیا تھا جو اس داستان میں غیر معمولی دلچسپی کا اظہار کر رہا تھا۔

”اچھا بھئی تم ہی بتا دو کہ جناب والا عشق کی کونسی شاخ سے تعلق رکھتے ہیں!“ عمران بھی شاید تنویر کو زچ کرنے پر ٹٹلا ہوا تھا اس لئے اس کی دھاڑ کے جواب میں مسکراتے ہوئے کہنے لگا:

جواباً تنویر نے خاموش رہنے میں ہی عافیت سمجھی مگر عمران اتنی آسانی سے جان چھوڑنے والوں میں سے نہ تھا فوراً جولیا کی طرف مڑا اور کہنے لگا۔

”کیوں بس جولیا اگر تنویر کسی سے عشق کرے تو وہ کونسا عشق ہوگا عشق حقیقی یا عشق مصنوعی!“ عمران نے بڑی خوبصورتی سے مجازی کی جگہ مصنوعی لگا دیا۔ جولیا جو اس نوک جھونک پر مسکرا رہی تھی اتنی ثقیل

اردو پر خاصی نروس ہو گئی اس لئے یہ تبدیلی محسوس نہ کر سکی۔

”وہ..... وہ حقیقی تو اللہ تعالیٰ سے کیا جاتا ہے نا۔!“ جولیا نے کہا۔

”ہاں..... ہاں!“ عمران فوراً بولا۔

”تو پھر وہ دوسرا!“ جولیا گڑبڑ اسی گئی تھی۔

”یعنی مصنوعی!“ عمران نے لقمہ دیا۔

جواب میں جولیا نے اثبات میں سر ہلا دیا اس پر ایک قہقہہ پڑا۔ ممبران کے اس مشترکہ قہقہے نے ہوٹل کے درو دیوار کو ہلا کر رکھ دیا، ہال میں موجود ہر شخص اب انہی کی جانب دیکھ رہا تھا۔ ابھی قہقہے کی گونج باقی تھی کہ تنویر جو بڑی دیر سے دل پہ جبر کئے بیٹھا تھا ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا۔

”تم..... سُر..... حرامی..... میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا!“

تنویر نے یہ کہتے ہوئے ریوالور نکال لیا اس کے تیور خاصے خطرناک دکھائی دے رہے تھے۔

اس سے پہلے کہ کوئی ممبر بچ بچاؤ کراتا اس نے عمران پر گولی داغ دی۔ ٹھائیں کی آواز کے ساتھ ہی عمران کی لرزہ خیز چیخ سنائی دی۔ وہ کرسی سے الٹ کر گرا تھا اور اب فرش پر پڑا مایہ بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا اسی لمحے ایک دھاڑتی ہوئی آواز سنائی دی۔

”خبردار..... کوئی شخص اپنی جگہ سے حرکت نہ کرے!“ یہ

سپرٹنڈنٹ فیاصل تھا جو ایک سب انسپکٹر اور دو کانسیبلوں کے ہمراہ اکڑتا ہوا مرکزی دروازے سے ہال میں داخل ہو رہا تھا۔

”اوہ فیاض تم؟“ عمران کی حیرت میں ڈوبی آواز ابھری جو سپرنٹنڈنٹ فیاض کی وارنگ کے ساتھ ہی تڑپنا بند کر کے ساکت ہو گیا تھا۔

”یہ کیا تماشہ بنا رکھا ہے ابھی تو تم تڑپ رہے تھے؟“ سپرنٹنڈنٹ فیاض حیران ہوتے ہوئے بولا۔

”خود ہی تو کہہ رہے تھے کہ کوئی شخص اپنی جگہ سے نہ ہلے!“ عمران نے مسکی صورت بنا کر جواب دیا اور فیاض کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رینگ گئی۔

”اچھا اب اٹھو..... ہاں بتاؤ گولی کس نے چلائی تھی؟“ فیاض عمران کو اٹھاتے ہوئے کہنے لگا۔

”میں نے!“ تنویر نے عمران کے جواب دینے سے پہلے ہی اقرار جرم کر لیا وہ اپنے فعل پر اب خاصی ندامت محسوس کر رہا تھا۔

”کیوں؟“ فیاض دھاڑا۔

”ہم دراصل فائنگ کی ریہرسل کر رہے تھے مگر تم یہاں کیسے نازل ہو گئے؟“ عمران حیرت کا مجسمہ بن گیا تھا۔

”اوہ..... ہاں کدھر ہے وہ میجر کا بچہ!“ فیاض دھاڑا جیسے اچانک اسے کچھ یاد آ گیا ہو۔

”جی حضور!“ میجر جو اس ہلڑ بازی کی وجہ سے پہلی ہی وہاں پہنچ

چکا تھا گڑ گڑاتے ہوئے بولا۔

”جی حضور کے بچے..... گھپلا کرتے ہو۔ غیر قانونی دھندوں میں ملوث ہو اور پھر اکڑتے بھی ہو..... چلو تمہ خانوں کی تلاشی دو!“

سپرنٹنڈنٹ فیاض خاصا گرم ہو رہا تھا۔

اب عمران معاملے کی تہہ تک پہنچ چکا تھا کہ ہوٹل والوں نے سپرنٹنڈنٹ کا ماہانہ بند کر دیا ہوگا اور جب اس نے زیادہ تقاضا کیا ہوگا تو مالک نے سر رحمان سے شکایت کر دی ہوگی جس پر یقیناً فیاض کو سر رحمان سے اچھی خاصی جھاڑ پڑی ہوگی جس کا بدلہ لینے کیلئے وہ ہوٹل پر چھاپہ مارنے دوڑ پڑا تھا کیونکہ ایسے ہوٹلوں میں اگر کوئی دوسری غیر قانونی چیز نہ بھی ہو تو غیر ملکی شراب لازماً مل ہی جاتی تھی جو پاکیشیا میں قانوناً ممنوع تھی۔

”س..... سروہاں کچھ بھی نہیں ہے تلاشی سے ہماری بدنامی ہوگی!“ میجر اب شاید سنبھل چکا تھا۔

”سور کی اولاد باپ سے دغا کرتا ہے!“ سپرنٹنڈنٹ ہتھے سے ہی اکھڑ گیا۔

اور ایک فلک شکاف قہقہہ پڑا یہ عمران تھا جو سپرنٹنڈنٹ کے ریمارکس پر ایکدم پھٹ پڑا تھا۔ اب سیکرٹ سروس کے ارکان اور دوسرے لوگ بھی مسکرا رہے تھے اور سپرنٹنڈنٹ ان سب کو یوں دیکھ رہا تھا کہ کچا ہی چبا ڈالے۔

”مالک کہاں ہے میں اس سے بات کرتا ہوں!“ فیاض کھسیانا سا

ہو کر بولا۔

”سردہ ادھر دفتر میں ہیں..... آئیے!“ منیجر یہ کہہ کر تیزی سے ایک کمرے کی طرف لپکا اور فیاض بھی سر ہلاتا ہوا اُسی طرف چل دیا۔ اس نے تنہا جانے میں ہی عافیت سمجھی تھی کیونکہ کہ لین دین کے ان معاملات میں عمران اکثر ٹانگ اڑا دیا کرتا تھا۔ اسی لمحے عمران کی رسٹ وائچ پر ایک نقطہ جلنے بجھنے لگا، اس نے چونک کر دیکھا اور ممبران سے دور کھسکتے ہوئے وائچ ٹرانسمیٹر کو آن کر دیا۔

”ہیلو ہیلو..... بلیک زیرو سپیکنگ ہو آ ر آن دی لائن اور!“ ٹرانسمیٹر میں سے بلیک زیرو کی آواز ابھری۔ ”لیس عمران سپیکنگ..... طاہر کیا بات ہے اور!“ عمران نے جواب دیا۔

”عمران صاحب سرسلطان کا تیسری بارفون آچکا ہے وہ کہتے ہیں کہ صدر مملکت نے آج شام ایک خصوصی میٹنگ کال کی ہے اور اس میں ایکسٹو کو بطور خاص مدعو کیا ہے اور!“ بلیک زیرو کال کی غرض و غایت بتاتے ہوئے کہنے لگا۔

”بھئی تم ہی چلے جانا میں تو آج چھٹی پر ہوں اور!“ عمران نے کہا۔

”لیکن سرسلطان نے تاکید کی ہے کہ عمران ہی بطور ایکسٹو شرکت کرے اور!“ بلیک زیرو نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے میں آ رہا ہوں اور اینڈ آل!“ عمران سلسلہ کلام ختم کرتے ہوئے بولا اور ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ ”یہ کس سے راز و نیاز ہو رہے ہیں؟“ صفدر نے پوچھا جو آج خاصا چپک رہا تھا۔ ”تمہارا چوہا تھا، بل میں بیٹھے نہ جانے کیسے خبر ہو گئی اور آ گیا جان کھانے کو!“ عمران نے ناگواری سے کہا۔ ”کیوں..... کیا بلاوا آ گیا؟“ کیپٹن شکیل نے تجسس بھرے لہجے میں سوال کیا۔

”ہاں..... اچھا میں اب چلتا ہوں!“ عمران نے کہا اور تیزی سے مرکزی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ ”چلو خس کم جہاں پاک!“ عقب سے عمران کو تنویر کی زندگی سے بھرپور آواز سنائی دی اور وہ بے اختیار مسکرا دیا۔ ہوٹل سے باہر نکل کر عمران اپنی سرخ اسپورٹس کی طرف بڑھا اور دروازہ کھول کر دھم سے ڈرائیونگ سیٹ پر جا گرا..... کار کمان سے تیر کی طرح پارکنگ لاٹ سے نکلی اور اڑنی ہوئی دانش منزل کی طرف بڑھنے لگی۔

سے گذر رہا ہے۔ 11 ستمبر کو ایکریمیا میں پیش آنے والے واقعے نے دنیا میں بالعموم اور ہمارے خطے میں خاص طور پر سربجگ صورتحال کو انتہائی تیزی سے تبدیل کر دیا ہے آج زیر بحث موضوع اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے جس پر سیکرٹری دفاع سر راشد تفصیلاً روشنی ڈالیں گے!“

سر سلطان نے سلسلہ کلام ختم کیا تو سر راشد نے گھمبیر لہجے میں بات شروع کی۔

”11 ستمبر کو ایکریمیا میں دہشت گردی کا جو واقعہ ہوا وہ آپ حضرات کے علم میں ہے ہماری اطلاعات کے مطابق اس واقعے کا تعلق مشرق وسطیٰ کی صورتحال سے ہے چونکہ اس واقعے میں اغوا شدہ مسافر طیاروں کے ذریعے کئے جانے والے خودکش حملوں میں شریک تمام دہشت گرد ہلاک ہو گئے تھے اس لئے ابھی تک اس راز سے پردہ نہیں اٹھ سکا کہ یہ کن لوگوں کا کام ہے۔

انٹیلی جنس ورلڈ میں اس حوالے سے سامنے آنے والی ابتدائی اطلاعات کے مطابق تمام خودکش حملہ آوروں کا تعلق مشرق وسطیٰ کے مختلف عرب ممالک سے ہے اس لئے یہ فلسطین میں اسرائیل کے حالیہ وحشیانہ فوجی آپریشن کا رد عمل بھی ہو سکتا ہے۔

دوسری تھیوری یہ ہے کہ عالمی معیشت پر کنٹرول حاصل کرنے کیلئے سرگرم صیہونی لابی نے اسرائیلی خفیہ ایجنسی موساد کے ذریعے جذباتی عرب نوجوانوں کو استعمال کر کے یہ واردات کی ہے تاکہ اکلوتی سپر پاور کو جوش انتقام میں اندھا کر کے وسط ایشیاء اور مشرق وسطیٰ کے ممالک

پریذیڈنٹ ہاؤس کے میٹنگ ہال میں سکوت چھایا ہوا تھا۔ ہال میں کل چھ کرسیاں تھیں جن میں دو خالی تھیں باقی چار پر سیکرٹری داخلہ سیکرٹری خارجہ سیکرٹری دفاع اور انٹیلی جنس کے ڈائریکٹر جنرل براجمان تھے اچانک صدر مملکت اور ایکسٹو اپنے مخصوص دروازوں سے ایک ساتھ میٹنگ ہال میں داخل ہوئے اور حاضرین احتراماً کھڑے ہو گئے۔

ایکسٹو اور صدر مملکت باوقار انداز میں چلتے ہوئے اپنی مخصوص چیئرز تک پہنچے اور پھر دونوں کے بیٹھتے ہی سب نے اپنی اپنی نشستیں سنبھال لیں صدر مملکت کے اشارے پر کارروائی کا آغاز سر سلطان کی بریفنگ سے ہوا۔ انہوں نے ہنگامی اجلاس کی غرض و غایت بیان کرتے ہوئے کہا۔

”حاضرین کرام! پاکیشیا آج کل اپنی تاریخ کے نازک ترین دور

پر چڑھ دوڑنے پر تیار کیا جاسکے اس سازش کا مقصد تیل کے ذخائر پر قبضے کے ذریعے عالمی معیشت کی شہ رگ کو شکنجے میں لینا ہے۔

11 ستمبر کے فوراً بعد ایک بڑی ”ڈوپلینٹ“ یہ ہوئی ہے کہ کافرستانی حکومت نے ائیریمیا اور اسرائیل سے ہنگامی رابطہ کر کے اپنی سرزمین اور فوجی اثاثے دہشت گردی کیخلاف عالمی جنگ کیلئے غیر مشروط طور پر پیش کر دیئے ہیں اس پیشکش کا مقصد ایک تیر سے دو شکار کرنا ہے۔

کافرستان کو امید ہے کہ اس اقدام سے اسے نہ صرف ائیریمین اور اسرائیلی لابی اور عالمی سرمایہ کاروں کی ہمدردیاں حاصل ہو جائیں گی بلکہ وسط ایشیاء اور مشرق وسطیٰ کے ممالک پر براہ راست امریکی فوجی قبضے میں تعاون کے صلے میں امریکی و اسرائیلی فوجی قوت کی مدد سے وہ پاکیشیاء کی عسکری طاقت کو بھی ملیا میٹ کر دے گا تاکہ جنوبی ایشیا کا جغرافیہ تبدیل کر کے اس کے اگھنڈ کافرستان کے برسوں پرانے خواب کی تکمیل کی راہ ہموار ہو جائے۔

پاکیشیاء کی قابل فخر انٹیلی جنس ایجنسی آئی ایس آئی نے حال ہی میں ”را“ اور ”موساد“ کی ایک مشترکہ سازش کا پتہ چلایا ہے جس کے تحت طے یہ ہوا ہے کہ ہمارے ہمسایہ مسلم ملک افغانستان کیخلاف ائیریمیا کے متوقع فوجی آپریشن کے دوران کافرستان اچانک پاکیشیاء پر حملہ کر دے گا اس سلسلے میں کریم یار خان کے قریب محاذ کھولنے کی تیاریاں جاری ہیں جس کے تحت میزائلوں کی بارش اور ٹینکوں کی یلغار کے

ذریعے پاکیشیاء کے شمالی اور جنوبی حصوں کے درمیان تیل اور گیس کی پائپ لائنوں اور ریل اور سڑک کا رابطہ کاٹ کر ہمیں اقتصادی اور فوجی دونوں لحاظ سے مفلوج کرنے کی کوشش کی جائیگی۔

ائیریمیا نے چونکہ ہمارے ہمسایہ ملک افغانستان کو 11 ستمبر کے حملوں میں ملوث قرار دیکر اس کیخلاف فوجی کارروائی کرنے کا اعلان کر دیا ہے اس لئے صورتحال انتہائی مخدوش ہے اگر کافرستان اس جنگ میں ائیریمیا کی فرنٹ لائن سٹیٹ کا کردار حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا تو افغانستان کیخلاف فوجی کارروائی کے دوران پاکیشیاء چکی کے دو پائوں کے درمیان پس کر رہ جائے گا اس ہولناک تباہی سے بچنے کیلئے پاکیشیاء نے دہشت گردی کیخلاف عالمی مہم میں ائیریمیا کی مدد کا وعدہ کر لیا ہے لیکن خطرہ ابھی ختم نہیں ہوا۔

کافرستان کے عزائم ابھی تک کچھ اس قسم کے دکھائی دے رہے ہیں کہ وہ افغانستان کیخلاف ائیریمین فوجی کارروائی شروع ہونے سے پہلے ہی پاکیشیاء پر حملہ کر دے اور جنگی صورتحال کو اس مقام پر لے آئے کہ جس کے تحت ائیریمیا سے کہا جائے کہ موقع اچھا ہے افغانستان کیخلاف کارروائی کے ساتھ ساتھ پاکیشیاء کی ایٹمی و عسکری قوت بھی ملیا میٹ کر دی جائے تاکہ اسلامی دنیا کے تیل کے ذخائر پر قبضے کی راہ میں کسی قسم کی رکاوٹ باقی نہ رہے یہی وجہ ہے کہ گزشتہ 24 گھنٹوں سے راجستھان میں کافرستانی فوج طوفانی انداز میں میزائلوں، ٹینکوں اور بمبارطیاروں کو اگلی پوزیشنوں پر لا رہی ہے۔

ایکریمیا کے فوجی عزائم بھی ابھی واضح نہیں اس لئے ہمیں اپنی مغربی سرحد اور ساحلوں پر بھی نظر رکھنا ہے جس کی وجہ سے ہم فی الحال کافرستان سے ملحق مشرقی سرحد پر اس بڑے پیمانے پر فوجی نقل و حرکت کے قابل نہیں جو اچانک حملے کو ناکام بنانے کیلئے ضروری ہے اگر چند ہفتوں کا وقت مل جائے تو ہم راجستھان سیکٹر میں طاقت کا توازن اس حد تک بحال کر سکتے ہیں کہ کافرستان کو جارحیت کا حوصلہ نہ ہو آج کا یہ ہنگامی اجلاس اسی مسئلے پر غور و خوض اور ضروری حکمت عملی کی تیاری کیلئے طلب کیا گیا ہے!“ سیکرٹری دفاع نے تفصیلی بریفنگ مکمل کر کے ایک گہرا سانس لیا۔

”راجستھان سیکٹر میں طاقت کا توازن بحال کرنے کیلئے چند ہفتے درکار ہونے کی جو بات کی گئی ہے اس سلسلے میں آپ کی اب تک کی پلاننگ کیا ہے وزارت دفاع کے خیال میں ہم یہ وقت کیسے حاصل کر سکتے ہیں؟“ صدر مملکت نے سیکرٹری دفاع سے سوال کیا۔

”فوری انٹرنیشنل پریشر یا ہنگامی کمانڈو ایکشن کے علاوہ ہمیں کوئی تیسرا راستہ دکھائی نہیں دے رہا کیونکہ اٹلی جنس رپورٹس یہ ہیں کہ کافرستان چار پانچ روز بعد کسی بھی وقت اچانک یلغار کر سکتا ہے۔ جس بڑے پیمانے پر فوجی نقل و حرکت جاری ہے اس سے بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کافرستانی کچھ کر گزرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں!“ سر راشد نے جواب دیا۔

”11 ستمبر کے واقعہ کے بعد عالمی فضا انتہائی کشیدہ ہے دنیا کا

کوئی ملک اس وقت ایکریمیا کو ناراض کرنے کی پوزیشن میں نہیں۔ کافرستان، ایکریمیا کو فرنٹ لائن سٹیٹ بننے کی پیشکش کر کے دنیا کو یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہا ہے کہ اس کی عسکری سرگرمیوں کو اکلوتی سپر پاور کی حمایت حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ فوری انٹرنیشنل پریشر کا آپشن موجودہ بدلے ہوئے عالمی حالات میں قابل عمل دکھائی نہیں دیتا!“ سر سلطان نے اپنی طرف اٹھنے والی صدر مملکت کی سوالیہ نگاہیں بھانپ کر اپنے خیالات کا تفصیلی اظہار کر دیا۔

”بین الاقوامی سرحد پر ہنگامی کمانڈو ایکشن کیا گیا تو عالمی سطح پر نیا طوفان اٹھ سکتا ہے اور اس کارروائی کو اعلان جنگ قرار دے کر بھارت اپنے جارحانہ عزائم کی تکمیل کیلئے قانونی و اخلاقی جواز بھی حاصل کر لے گا!“ سر راشد نے اپنے خدشات کا اظہار کیا۔

”کیوں نہ یہ کیس ایکسٹو کو ٹرانسفر کر دیا جائے کیونکہ خفیہ انداز میں کارروائی اور کامیابی ایکسٹو کا طرہ امتیاز رہا ہے!“ سر سلطان نے معاملے کی نزاکت کے پیش نظر تجویز پیش کی۔

”مسٹر ایکسٹو آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟“ صدر مملکت نے ایکسٹو کی رائے طلب کی۔

”ملک و قوم کی سلامتی کیلئے ایکسٹو کسی بھی مسئلے سے نمٹنے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ آپ حضرات نے سیکرٹ سروس پر جس اعتماد کا اظہار کیا ہے میں بطور ایکسٹو یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ میرا حکم اس اعتماد پر پورا اترے گا!“ ایکسٹو باوقار لہجے میں مشن کی تکمیل کی ذمہ داری قبول کرتے ہوئے بولا

”سرراشد آپ ایکسٹو کوراجسٹھان سیکٹر کی تازہ ترین صورتحال سے آگاہ کر دیں اور آپریشنل کارروائی کا طریق کار ان پر چھوڑ دیں تاہم کسی بھی مرحلے پر ان کے محکمہ کو لاجسٹک اور انٹیلی جنس سپورٹ یا کسی بھی قسم کے دوسرے تعاون کی ضرورت ہو تو ہنگامی طور پر ان کے احکامات پر عمل کیا جائے!“

صدر مملکت نے تفصیلی آرڈر جاری کرتے ہوئے کہا۔ اس کے ساتھ ہی ہنگامی اجلاس کی کارروائی اپنے اختتام کو پہنچی اور سب لوگ پروٹوکول کے مطابق میٹنگ ہال سے باہر نکل گئے۔

دانش منزل کے میٹنگ ہال میں تمام ممبرز موجود تھے کیونکہ ایکسٹو نے ایک ہنگامی اجلاس طلب کیا تھا اور پھر عمران بھی آ پہنچا، میٹنگ شروع ہونے میں ابھی پندرہ منٹ باقی تھے اس لئے باتوں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہو گیا۔

”عمران یہ دانش کس کو کہتے ہیں؟“ جولیا جس پر آج اردو دانی کا بھوت سوار تھا اب کے دانش منزل کے بکھیزے کو لے بیٹھی اور عمران جو اوٹ پٹانگ ہانکنے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتا تھا فوراً بولا۔

”بھئی دانش کہتے ہیں عقل کو اور دانش منزل کا مطلب ہوا عقل کا گھر!“

”عقل کا گھر.....! کیا مطلب؟“ جولیا اس عجیب و غریب تو ضیع کو سمجھ نہ پائی تھی۔

”ہاں..... ہاں بھی عقل کا گھر جیسے دولت کا گھر بینک ہوتا ہے اور دولت مند وہاں دولت جمع کراتے ہیں اور جنہیں ضرورت ہو قرضہ لے لیتے ہیں بالکل اسی طرح ”دانش منزل“ ہے کہ جو زیادہ فہم مند ہیں یہاں آئیڈیاز پیش کرنے آتے ہیں مثلاً خاکسار..... اور جو عقل سے بیدل ہوں مثلاً تنویر.....!“

”عمران.....!“ تنویر چیخا۔

ممبران اس نوک جھونک سے لطف اندوز ہو رہے تھے کہ میز پر پڑے ٹرانسمیٹر سے سیٹی کی تیز آواز نکلنے لگی اور ہال میں گونجتے قہقہے بے جان ہو گئے جولیا نے اٹھ کر ایک بٹن آن کر دیا۔

”ہیلو ممبرز ایکسٹو کالنگ یو اور!“ ٹرانسمیٹر سے ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں آواز ابھری۔

”یس سر! وی آر امینڈنگ یو اور!“ تمام ممبرز یک زبان ہو کر بولے۔

”سب لوگ جمع ہیں اور؟“ ایکسٹو نے پوچھا۔

”یس سر سب لوگ موجود ہیں اور!“ جولیا نے جواب دیا۔

ہیلو ممبرز جیسا کہ آپ سب جانتے ہیں سیکرٹ سروس ایک ایسا ادارہ ہے جو وطن دوستی اور جانثاری کیلئے ایک مثال مانا جاتا ہے اسی بات کے پیش نظر اس دفعہ سیکرٹ سروس کو ایک ایسا کیس ٹرانسفر کیا گیا ہے جو بقول صدر مملکت خاصا کٹھن اور دشوار ہے لیکن سیکرٹ سروس کی لغت میں کٹھن، مشکل، ناممکن اور دشوار جیسے الفاظ کیلئے کوئی

جگہ نہیں اس لئے ہمیں ہر قیمت پر کامیابی حاصل کرنا ہے۔

اس آپریشن کے لئے آپ لوگوں کو کافرستان اور پاکیشیا کی سرحد پر واقع صحرائے راجستھان میں جانا ہوگا جہاں جیسلمیر کے نواحی علاقے میں کافرستانی حکومت نے حکومت اکیمریمیا کی مدد سے ایک ایئر بیس اور جدید ٹیکنالوجی کا حامل ریڈار اسٹیشن قائم کر رکھا ہے اور اب جدید ترین پرتھوی فائبر اور پٹریاٹ میزائل نصب کئے جا رہے ہیں اس کے ساتھ ساتھ ملک کے طول و عرض سے نینک ریمشیں وہاں جمع کی جا رہی ہیں تاکہ اچانک حملہ کر کے پاکیشیا کے شمالی اور جنوبی علاقوں کو ملانے والی تیل و گیس کی پائپ لائنوں، ریلوے ٹریک اور سڑک کو کاٹ کر کافرستان اپنے مذموم مقاصد کی کامیابی کیلئے راہ ہموار کر سکے۔

حکومت پاکیشیا نے سیکرٹ سروس کو یہ مشن سونپا ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو ایئر بیس، میزائل اڈے اور ریڈار اسٹیشن کو تباہ کیا جائے تاکہ کافرستانی، صحرا میں اندھے بہرے اور اپانچ ہو کر رہ جائیں۔ اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ کل تک تمام ممبرز اور عمران سرحدی شہر کریم یار خان پہنچ جائیں۔ وہاں آپ کو تمام ضروری سامان اور معلومات فراہم کر دی جائیں گی اور!“ ایکسٹو نے معاملے کی سنگینی اور اہمیت تفصیل کے ساتھ بتاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے سر! ہم سب تیار ہیں اور!“ جولیا نے جواب دیا۔

”اس مشن سے متعلق کوئی اہم بات کوئی تجویز یا سوال..... اور؟“ ایکسٹو نے پوچھا۔

”سیکڑٹ سروس کو تنہا جانے دیں سر..... عمران ہر وقت کوئی نہ کوئی گڑبڑ کرتا رہتا ہے!“ تنویر بھی شاید موقع کے انتظار میں تھا جھٹ بولا۔

”ٹھیک ہے سیکڑٹ سروس کے ساتھ عمران کی روانگی کینسل..... اوور اینڈ آل!“ ایکسٹو نے اس نازک مسئلے سے جان چھڑاتے ہوئے کہا۔

جولیا نے اٹھ کر ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔ سب لوگ عمران کی طرف دیکھ رہے تھے خصوصاً تنویر کا جوش و خروش دیکھنے کے قابل تھا اور عمران معصوم صورت بنائے آؤں کی طرح دیدے گھمائے جا رہا تھا۔

کریم یار خان کے ایئرپورٹ پر ایک چھوٹا سا فوجی ٹرانسپورٹ طیارہ سیکڑٹ سروس کے ارکان کو لے کر اُترا۔ ایکسٹو نے سیکڑٹ سروس کی جلد از جلد روانگی ممکن بنانے کیلئے فوجی ٹرانسپورٹ نیارے کا انتظام کر دیا تھا۔ سیکڑٹ سروس کے اراکین جولیا کی سرکردگی میں باری باری طیارے سے نمودار ہوئے، فوجی حکام انہیں خوش آمدید کہنے کیلئے موجود تھے۔ جولیا، صفدر، کیپٹن شکیل، نعمانی، چوہان، صدیقی اور تنویر جیسے ہی طیارے سے اُترے میزبانوں میں سے لمبے قد کا ایک آفیسر آگے بڑھا اور اپنا تعارف کراتے ہوئے ان کی خیریت دریافت کی۔ آفیسر کا نام کرنل زیدی تھا، سیکڑٹ سروس کی میزبانی کا چارج اُسی کو دیا گیا تھا، ایک دوسرے سے متعارف ہونے کے بعد سب لوگ آرمی کی جیپوں میں بیٹھ کر چھاؤنی پہنچے۔ یہ سارا سفر ممبرز نے خاموشی سے ہی طے کیا چھاؤنی پہنچ کر باتوں کا سلسلہ پھر شروع ہو گیا۔

”کیوں صفدر مشن کے متعلق کیا خیال ہے؟“ جولیا مہر سکوت توڑتے ہوئے بولی۔

”خیال تو نیک ہی ہے سوچ رہا ہوں سرحد پار کرنے کا کیا طریق کار ہونا چاہیے!“ صفدر نے جواب دیا۔

”طریق کار کیا ہونا ہے پیراشوٹ باندھ کر رات کو طیارے کے ذریعے کود جائیں گے!“ تنویر کہنے لگا۔

”اور اعلان کر دیں گے کہ باادب، بالملاحظہ ہوشیار..... سیکرٹ سروس فوجی تنصیبات تباہ کرنے آ رہی ہے!“ کیپٹن ٹھکیل خاصے خوشگوار موڈ میں تھا۔

”کیوں؟“ تنویر ناگواری سے بولا۔

”بھئی جدید ترین ریڈار اسٹیشن آخر کس کام آئے گا ان لوگوں کے!“ کیپٹن ٹھکیل نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

”ہوں!“ تنویر سر ہلانے لگا۔

سب باتوں میں مشغول تھے کہ کرنل زیدی ایک اور آفیسر کے ساتھ نمودار ہوا۔

”یہ ہیں بریگیڈیئر حیات اس سیکٹر کے کمانڈر!“ کرنل زیدی اپنے کمانڈر کا تعارف کراتے ہوئے بولا۔

بریگیڈیئر نے سیکرٹ سروس کو پُر جوش انداز میں خوش آمدید کہا اور ہر قسم کے تعاون کی یقین دہانی کراتے ہوئے بولا۔

”دوستو! آپ لوگوں کے بارے میں ہمیں جی ایچ کیو سے

احکامات مل چکے ہیں۔ یہاں پر آپ کو جس چیز کی ضرورت ہوگی مہیا کی جائے گی جہاں تک کافرستان میں داخلے کا سوال ہے طریق کار کا انتخاب آپ لوگوں پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ اب آپ آرام کریں۔ کسی چیز کی ضرورت ہو یا ہمیں بلانا مقصود ہو تو باہر ڈیوٹی پر موجود سنتری سے کہلوادیتے گئے گا!“

”شکریہ!“ جولیا تشکر آمیز لہجے میں بولی۔

”اچھا خدا حافظ!“ بریگیڈیئر حیات اور کرنل زیدی نے کہا اور کمرے سے باہر نکل گئے۔

افق پر سرخی پھیل چکی تھی ریت کے سمندر کے آخری کنارے پر غروب ہوتا ہوا سورج صحرا کی شام کا حسین نظارہ پیش کر رہا تھا چاروں جانب حدنگاہ تک ریت ہی ریت دکھائی دیتی تھی۔ شام کے دھند لکوں میں سات اونٹوں پر مشتمل ایک قافلہ مغرب سے مشرق کی طرف رواں دواں تھا۔ قافلے میں صحرائی عوام کے مخصوص لباس میں ملبوس چھ مرد اور ایک عورت شامل تھی۔

یہ سیکرٹ سروس کے ارکان تھے جو راجستھان بارڈر کے دونوں طرف آباد مہر قبائل کے بھیس میں کافرستانی سرحد کی طرف مجوسفر تھے۔ سب سے آگے صفدر کا اونٹ تھا پھر جولیا، کیپٹن شکیل، تنویر نعمانی، چوہان اور صدیقی اپنے اپنے اونٹوں پر سوار ہچکولے کھاتے سرحد کی طرف بڑھے چلے جا رہے تھے۔

کافرستان میں داخل ہونے کا یہ طریقہ کیپٹن شکیل کی تجویز پر

اختیار کیا گیا تھا کیوں کہ فوجی حکام نے یہ واضح کر دیا تھا کہ کسی بھی قسم کی فضائی خلاف ورزی فوراً دشمن کی نظروں میں آ جائے گی کافرستانی فوجی دستے اور ٹینک ریمیں سرحد سے چند ہی کلومیٹر کے فاصلے پر پڑاؤ ڈالے ہوئے تھیں لے دے کر یہی ایک طریقہ سب کو مناسب نظر آیا کہ شراب گرم مصالحہ جات کپڑے اور نمک کی سمگلنگ میں ملوث مقامی مہر قبائل سے تعلق رکھنے والے سمگلروں کے روپ میں سرحد پار کی جائے اس لئے فیصلہ ہوا کہ ہوائی جہاز کی بجائے صحرائی جہاز کے ذریعے یہ سفر طے کیا جائے۔

مقامی حکام نے نہ صرف مطلوبہ اونٹ سرحدی علاقے کے تفصیلی نقشہ جات کافرستان سمگل کئے جانے والے سوتی کپڑے اور نمک سے بھرے چند صندوق اور جدید ترین ہتھیار اور گولہ بارود بھی مہیا کر دیا تھا بلکہ ان راستوں کی نشاندہی بھی کر دی تھی جہاں ملٹری انٹیلی جنس ذرائع کے مطابق کافرستانی افواج نسبتاً بکھری ہوئی حالت میں خیمہ زن تھیں اور جنہیں کافی حد تک محفوظ خیال کیا جاسکتا تھا۔ طویل غور و خوض کے بعد ایک راستے کا انتخاب کر لیا گیا۔

جب کرنل زیدی نے بتایا کہ اونٹوں کے ذریعے سرحد پار کرنے کے لئے کم از کم دس بارہ گھنٹے درکار ہوں گے تو سیکرٹ سروس کے ارکان نے اسی وقت روانگی کا فیصلہ کر لیا تا کہ پو پھٹنے سے پہلے وہ سرحد عبور کر جائیں۔ کچھ سپاہیوں کو ساتھ لے جانے کی کرنل زیدی کی پیشکش شکرے کے ساتھ رد کر دی گئی تھی۔ چھاؤنی سے سرحد کا فاصلہ

تقریباً 50 کلومیٹر اور سرحد سے جیسلمیر کا فاصلہ تقریباً 60 کلومیٹر تھا۔ چھاؤنی سے سرحدی علاقے تک کا سفر انہوں نے جیپوں میں طے کیا، اونٹوں کے ذریعے سفر کا آغاز کئے انہیں اب 3 گھنٹے گزر چکے تھے۔ اندھیرا خاصا بڑھ گیا تھا، تاریکی کی چادر نے ماحول کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا، خنکی لمحہ بہ لمحہ بڑھ رہی تھی، ممبران کیلئے صحرا میں رات گزارنے کا یہ انوکھا تجربہ تھا، ہر فرد چپ چاپ مجھ سفر تھا۔

حدنگاہ تک زندگی کے کوئی آثار نہ تھے، رات کا ہولناک سناٹا اور ٹیلوں کے درمیان چلتے ہوئے سات نقطے ایک عجیب و غریب منظر پیش کر رہے تھے۔

رات آدمی کے قریب گزر چکی تھی، خنکی بڑھ کر سردی میں تبدیل ہو گئی تھی اور پھر سب نے کبل اوڑھ لئے۔ چونکہ اونٹوں پر سفر کرنے کا انہیں کوئی خاص تجربہ نہ تھا اس لئے بھی خاصی تھکاوٹ محسوس کر رہے تھے۔ دوسری طرف نیند اور سردی نے ان کی بے چینی میں اضافہ کر دیا تھا۔

تین بجے کے قریب صفدر نے اپنا اونٹ روک لیا۔ صفدر کوڑکتا دیکھ کر سب لوگ اپنے اونٹوں کو اس کے قریب لے آئے تو صفدر نے سنسنی خیز انداز میں سرگوشی کرتے ہوئے کہا:

”ہم کافرستانی سرحد سے صرف 3 کلومیٹر کے فاصلے پر ہیں اس لئے اب خاصی ہوشیاری کا مظاہرہ کرنا ہوگا ہر لمحہ چونکا رہے ہیں اگلے پانچ چھ کلومیٹر طے کرنا ہوں گے اس لئے میرا خیال ہے کہ دس پندرہ

منٹ آرام کر لیا جائے تاکہ چائے کا ایک ایک کپ پی کر تازہ دم ہو جائیں!“

تمام ممبرز صفدر کی تجویز کا خیر مقدم کرتے ہوئے اونٹوں سے اتر آئے۔ اونٹوں کو بٹھا کر وہ سب تھرماسوں میں سے گرما گرم چائے نکال کر پینے لگے اور آئندہ چند گھنٹوں میں پیش آنے والے متوقع واقعات کے بارے میں غور و خوض میں مصروف ہو گئے۔

عمران نے دانش منزل کا خود کار حفاظتی سسٹم آن کیا اور کنٹرول روم سے باہر نکل آیا۔ بلیک زیرو دونوں ہاتھوں میں بریف کیس اٹھائے گیٹ کی طرف جا رہا تھا۔ کنٹرول روم سے نکل کر عمران نے چند لمحوں ادھر ادھر دیکھا اور پھر وہ بھی سر ہلاتا ہوا گیٹ کی جانب بڑھ گیا جہاں باوردی جوزف سیاہ مرسدیز لئے الرٹ کھڑا تھا۔

عمران کے بیٹھتے ہی جوزف نے کار اشارٹ کی اور گیٹ سے باہر نکال لایا۔ جیسے ہی کار باہر نکلی آٹو میٹک سسٹم کے تحت گیٹ خود بخود بند ہو گیا۔ عمارت کا خود کار حفاظتی سسٹم آن ہو چکا تھا اس لئے نہ تو گیٹ اب باہر سے کھولا جاسکتا تھا اور نہ ہی عمارت میں داخلہ ممکن تھا۔

سیاہ مرسدیز فرائے بھرتی سڑک پر بھاگی جا رہی تھی۔ چند منٹ کی تیز رفتار ڈرائیونگ کے بعد جوزف کار کو اس سڑک پر لے آیا جو ایئر پورٹ تک جاتی تھی۔ بلیک زیرو اور عمران ابھی تک چپ رہنے کی

پریکٹس میں مصروف تھے کار میں مکمل خاموشی تھی لیکن جوزف کی زبان میں بڑی دیر سے کھجلی ہو رہی تھی۔

”باس آخر آپ بتاتے کیوں نہیں کہ رات گئے آپ کہاں جا رہے ہیں!“ جوزف سے جب نہ رہا گیا تو بالآخر وہ بول ہی پڑا۔

”جہنم میں.....!“ عمران نے سنجیدہ لہجے کو برقرار رکھتے ہوئے جواب دیا۔

”باس وہ تو بعد کی بات ہے میں ابھی کا پوچھ رہا تھا!“ جوزف پر بھی عمران کی صحبت خاصا اثر کر چکی تھی۔

عمران نے جواب دینے کی بجائے دھیرے سے مسکرانے پر ہی اکتفا کیا۔ کیوں کہ اب ایئر پورٹ کی عمارت نظر آنے لگی تھی۔ معمول کی چیکنگ کے بعد ایئر پورٹ ٹرمینل نمبر 2 کے قریب پہنچ کر جوزف نے جونہی کار روکی ایک حفاظتی گارڈ لپکتا ہوا آیا اور دھم سے جوزف کے برابر والی سیٹ پر بیٹھ گیا۔ ”اس طرف چلیں سر!“ گارڈ منمناتے ہوئے بولا۔

”طیارہ پرواز کیلئے تیار ہے؟“ عمران نے پوچھا۔

”یس سر ہم ادھر ہی جا رہے ہیں!“ گارڈ نے جواب دیا۔

عمران نے بطور ایکسٹو ایک خصوصی پرواز کا انتظام کرا لیا تھا جس کے ذریعے وہ اب سیکرٹ سروس کے تعاقب میں روانہ ہونے والے تھے۔

یہ ایک تیز رفتار فوجی طیارہ تھا۔ عمران اور بلیک زیرو کے سوار

ہونے کے چند لمحوں بعد طیارے نے حرکت کی اور پائلٹ نے پرواز کا آغاز خاصے خوشگوار انداز میں کیا۔ تقریباً پون گھنٹے کے مسلسل سفر کے بعد طیارہ کریم یار خان کی حدود میں داخل ہو گیا۔

کریم یار خان کے چھوٹے سے خوبصورت ایئرپورٹ پر اُس روز اترنے والی یہ دوسری خصوصی فوجی پرواز تھی۔ ایئرپورٹ کا عملہ اس غیر معمولی نقل و حرکت کی وجہ سے خاصا مستعد ہو رہا تھا۔ فوجی حکام اس دفعہ بھی آنے والوں کو خوش آمدید کہنے کیلئے موجود تھے۔ طیارہ رُکا اور سیڑھی لگا دی گئی۔ عمران اور بلیک زیرو ایک ایک بھاری بریف کیس اٹھائے آہستہ آہستہ سیڑھیاں اترنے لگے۔

جوں ہی دونوں طیارے سے اترے کرنل زیدی نے بڑھ کر انہیں خوش آمدید کہا۔ سیاہ رنگ کی ایک خاصی لمبی کار انہیں چھاؤنی لیجانے کیلئے تیار کھڑی تھی، کرنل زیدی کے ہمراہ دونوں گاڑی میں بیٹھے اور کار ایئرپورٹ کے احاطے سے نکل کر چھاؤنی کی طرف روانہ ہو گئی، عمران مہر سکوت توڑتے ہوئے بولا۔

”صبح کی پرواز سے آنے والی پارٹی اس وقت کہاں ملے گی؟“
 ”وہ تو شام ہی کو روانہ ہو گئی تھی!“ کرنل زیدی نے جواب دیا۔
 عمران اور بلیک زیرو سیکرٹ سروس کی تیز رفتاری پر ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرا دیئے۔

”سرحد پار کرنے کیلئے اُن لوگوں نے کیا طریقہ اختیار کیا ہے؟“
 بلیک زیرو نے پوچھا۔

”اونٹوں کے ذریعے گئے ہیں!“ کرنل زیدی نے جواب دیا۔
 ”اونٹوں پر.....؟“ عمران حیرت سے کرنل کی طرف دیکھتا ہوا بولا۔
 ”جی ہاں..... بات دراصل یہ ہے کہ آجکل کافرستانی افواج بالکل سرحدوں کے ساتھ ساتھ پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں اس لئے پہلی کا پڑیا طیارے کے ذریعے بارڈر پار کرنے پر خدشہ تھا کہ کافرستانی چوکنہ ہو کر علاقے کی ناکہ بندی کر کے تلاشی آپریشن شروع کر دیں گے اس لئے اُس پارٹی نے مقامی سمگلروں کے بھیس میں اونٹوں پر جانے کو محفوظ اور بہتر خیال کیا تھا!“ کرنل زیدی نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

عمران اور بلیک زیرو نے ایک بار پھر ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ دونوں سوچ رہے تھے کہ سیکرٹ سروس اب واقعی تنہا کام کرنے کے قابل ہو گئی ہے۔ باتوں ہی باتوں میں سفر کٹ گیا اور کار چھاؤنی میں داخل ہو کر ایک خاصی بڑی عمارت کے قریب رک گئی۔

ڈیوٹی پر موجود سنتری نے بڑھ کر دروازہ کھولا عمران اور بلیک زیرو کار سے اتر کر کرنل زیدی کی رہنمائی میں عمارت کے اندر داخل ہو گئے ایک لمبی سی راہداری میں چلنے کے بعد وہ دائیں طرف ایک چھوٹی سی گیلری میں گھوم کر تھوڑا سا مزید آگے بڑھنے کے بعد ایک کمرے میں داخل ہو گئے۔

آراستہ و پیراستہ کمرے میں دو بیڈ دو میز چند کرسیاں اور ایک الماری موجود تھی، کرنل زیدی انہیں کمرے میں چھوڑ کر طعام کے انتظام کے سلسلے میں چلا گیا۔ رات کے تقریباً ساڑھے تین بج رہے

تھے۔ عمران نے سوٹ کیسوں کو میز پر رکھا اور ان میں موجود سامان کو نکال کر کمرے اور الماری میں مختلف جگہوں پر رکھتا چلا گیا۔ اب یہی کمرہ مشن کے دوران ان کا ہیڈ کوارٹر تھا جہاں سے انہوں نے مہم کی نگرانی کرتا تھی۔ دوسرے بریف کیس میں سے عمران نے سیکرٹ سروس کا مخصوص بی ون ٹرانسمیٹر نکالا جو وسیع حیطہ عمل کی وجہ سے خاصا کارآمد تھا اور سیکرٹ سروس کے پاس موجود آپیشل ٹرانسمیٹر کی فریکوئنسی سیٹ کرنے لگا۔

صحرا میں رات کے گھپ اندھیرے میں ٹمٹماتے ہوئے تارے تاریکی کی شدت میں کمی کا ذریعہ بن جاتے ہیں۔ تاریکی، سناٹا اور خنکی مل کر عجیب ماحول پیدا کر دیتے ہیں جو خاصا اعصاب شکن ہوتا ہے۔ اونٹوں کے درمیان دائرے کی صورت میں کھلے آسمان تلے ٹھٹھری ہوئی ریت پر بیٹھے سیکرٹ سروس کے ارکان چائے کی پُھکیاں لے رہے تھے اچانک سناٹے کو چیرتی ہوئی ایک سیٹی کی آواز فضا میں گونجنے لگی۔ ممبران یوں اُچھلے کہ جیسے بچھو کا کانا بھی نہ اُچھلتا ہوگا۔ غور کرنے پر جب معلوم ہوا کہ آواز جولیا کے اونٹ پر سے آ رہی ہے تو سب ہی زیر لب مسکرا دیئے۔

جولیا جھپٹ کر اپنا وسیع حیطہ عمل کا بی ون ٹرانسمیٹر اٹھا لائی اور زمین پر رکھتے ہی ایک بٹن دبا دیا۔ بٹن کے دبتے ہی سیٹی کی آواز یکدم بند ہو گئی اور ٹرانسمیٹر سے ایک بھرائی ہوئی آواز نکلی۔

”ایکسٹو..... ہو آرن دی لائن اور!“

”لیس سر جولیا اٹینڈنگ یو اور! جولیا نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”ہیلو ممبرز ہاؤ آریو اور!“ ایکسٹو کی آواز سنائی دی۔

”سر ہم سب ٹھیک ٹھاک ہیں اور!“ جولیا نے جواب دیا۔

”جولیا مشن سے متعلق رپورٹ..... اس وقت کیا پوزیشن ہے

اور!“ ایکسٹو نے پوچھا۔

”سر اس وقت ہم لوگ کافرستانی سرحد سے تین کلومیٹر ادھر موجود

ہیں اور صفدر کی تجویز پر دس پندرہ منٹ کیلئے رُکے ہیں تاکہ نہ صرف

تھوڑا سا آرام کر لیا جائے بلکہ چائے کا ایک ایک کپ پی کر تازہ دم

بھی ہو جائیں کیونکہ اگلے پانچ چھ کلومیٹر ہمیں کافی سے زیادہ چوکنا رہنا

ہوگا اور!“ جولیا نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

گڈ تمہاری کارکردگی اور پلاننگ عمدہ رہی ہے اور مجھے امید ہے کہ

مشن کی تکمیل تک یہ ٹیمو برقرار رہے گا۔ کسی بھی ضرورت کے وقت مجھے

اسی ٹرانسمیٹر پر کال کر لینا۔ آئی وٹس یو گڈ لک اور اینڈ آل!“ ایکسٹو

نے تحسین آمیز لہجے میں اُن کی کارکردگی کو سراہتے ہوئے سلسلہ کلام ختم

کر دیا۔

جولیا نے بڑھ کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔ تمام ممبرز کے چہرے خوشی

سے کھل رہے تھے۔ ایکسٹو کے منہ سے چند تعریفی کلمات نے اُن میں

اک نئی روح پھونک دی تھی۔

”میرا خیال ہے اب کوچ کی تیاری کرنی چاہیے کافی ریست ہو گیا

ہے!“ صفدر نے کہا۔

”ہاں ٹھیک ہے اب چلنا چاہئے!“ جولیا نے یہ کہتے ہوئے

ٹرانسمیٹر اٹھایا اور اپنے اونٹ کی طرف چل دی اس کے ساتھ ہی سب

ممبرز اپنے اپنے اونٹوں کی طرف بڑھ گئے۔

اونٹوں پر سوار ہونے میں چند منٹ سے زیادہ نہ لگے اور یوں

ایک بار پھر یہ چھوٹا سا قافلہ منزل کی طرف گامزن ہو گیا۔ صفدر اور

کیپٹن شکیل کے اونٹ اب ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ صفدر اپنے

اونٹ پر ایک بڑا سا نقشہ کھولے اس مقام کا تعین کر رہا تھا جہاں سے

انہیں سرحد پار کرنا تھی اور کیپٹن شکیل کمپاس ہاتھ میں لئے اس سلسلے

میں اُس کی مدد کر رہا تھا۔ اُن سے پچھلے اونٹ پر جولیا ہچکولے کھاتی

تاروں کی عثمانی روشنی میں نائٹ ٹیلی سکوپ ہاتھوں میں لئے گرد و پیش

کا جائزہ لینے میں مصروف تھی۔

اب سرحد صرف ایک ڈیڑھ کلومیٹر دور رہ گئی تھی کہ جولیا کہنے لگی۔

”یہی ہے!“

”کیا ہے؟“ سب کے منہ سے بیک وقت نکلا۔ جولیا کے اچانک

بولنے سے وہ سب چونک سے گئے تھے۔

”گھائی..... وہ دیکھو..... جس کے ذریعے ہمیں سرحد پار کرنا

ہے!“ جولیا نے سامنے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

سب کی نگاہیں اس طرف اٹھ گئیں جدھر جولیا نے اشارہ کیا تھا۔

وہاں دو بلند ٹیلوں کے درمیان ایک تنگ سا راستہ بن گیا تھا جس کو خود

رو صحرائی جھاڑیوں نے دونوں جانب سے ڈھانپ رکھا تھا اور پھر سب لوگ قطار کی صورت میں اُس درہ نما راستے میں داخل ہو گئے سب سے پہلے صفدر نے اپنا اونٹ آگے بڑھایا پھر کیپٹن شکیل، جولیا، تنویر، نعمانی، صدیقی اور چوہان بھی اندر داخل ہو گئے اس صحرائی درے کی چوڑائی بمشکل چھ سات فٹ کے قریب ہوگی اور اس میں سے ایک اونٹ با آسانی گزر سکتا تھا۔ درے کے دونوں جانب اونچے اونچے ٹیلے تھے اور وہ اونٹوں پر سوار ہونے کے باوجود ارد گرد نہیں دیکھ سکتے تھے۔ ٹیلوں پر کافی بڑی بڑی صحرائی جھاڑیاں حدنگاہ تک پھیلی ہوئی تھیں درہ بل کھاتا ہوا آگے کی جانب مزید گہرا ہوتا جا رہا تھا۔ یہ شاید کسی صحرائی برساتی نالے کی گذرگاہ تھی۔ چونکہ اُن کے اندازے کے مطابق اب وہ کافرستانی سرحد میں داخل ہو رہے تھے اس لئے سب لوگ خاموش تھے۔

چلتے چلتے اچانک اُن کے دائیں جانب ٹیلے پر موجود جھاڑیوں میں سرسراہٹ ہوئی اور کوئی چیز جمپ لگا کر جولیا کے سر پر سے ہوتی ہوئی بائیں جانب ٹیلے پر جا پہنچی۔ سب لوگ اس اچانک افتاد پر ٹھٹھک کر رک گئے لیکن جب انہوں نے دیکھا کہ ایک صحرائی ہرن قلائچیں بھرتا ہوا ٹیلوں پر سے اڑا جا رہا ہے تو سب کے چہروں پر مسکراہٹ رینگ گئی۔

سفر ایک مرتبہ پھر شروع ہو گیا۔ تقریباً ایک گھنٹہ بعد اچانک اس گھاٹی نما درے کی چوڑائی بڑھنا شروع ہو گئی اور رفتہ رفتہ وہ دوبارہ

ٹیلوں کے درمیان موجود ایک ریگستانی راستے پر تھے اس خیال سے کہ وہ اب دشمن ملک میں ہیں اُن کی رگوں میں سنسناہٹ دوڑ گئی۔ پو پھٹنے میں اب تھوڑی دیر رہ گئی تھی اس لئے ان کی کوشش تھی کہ جس طرح ممکن ہو اس حساس علاقے کو پیچھے چھوڑ دیا جائے۔ اس لئے سب نے اونٹوں کو ہانک کر رفتار تیز کر دی تمام ممبرز چوکنی نظروں سے گرد و پیش کا جائزہ لیتے ہوئے محو سفر تھے ایک ٹیلے کی اوٹ سے جونہی وہ آگے بڑھے صفدر نے یکدم اونٹ کی مہار کھینچ لی سب نے صفدر کی تقلید کی تھی اور اب سوالیہ نظروں سے اُسے تک رہے تھے جبکہ صفدر دائیں جانب کچھ دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پھر سب نے دیکھا کہ تھوڑا آگے دائیں جانب کچھ روشنیاں ٹمٹماتی نظر آ رہی تھیں۔

”میرا خیال ہے وہاں کافرستانی فوج کے سپاہی خیمہ زن ہیں!“
صفدر روشنیوں کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

”ہاں..... اب سیدھے جانا تو خطرے سے خالی نظر نہیں آتا!“
کیپٹن شکیل نے کہا۔

مزید سوچ و بچار کا وقت نہ تھا اس لئے صفدر نے فوراً نقشہ کھولا اور جولیا نے پنسل ٹارچ نکال کر اس کی روشنی نقشے پر مرکوز کر دی۔ چند لمحات تک نقشے پر نظریں جمائے رکھنے کے بعد صفدر نے اسے لپیٹا اور واپس مڑنے کا اشارہ کیا۔ جولیا نے بھی پنسل ٹارچ بند کی اور سب لوگ واپس پیچھے جانے لگے۔

چند سو گز پیچھے چلے آنے کے بعد وہ بائیں طرف ایک ٹیلے کی

سائڈ میں گھوم گئے اور اپنا رخ ایک بار پھر بدل دیا اب کے وہ جیسلیمیر کی طرف بڑھنے کے ساتھ ساتھ مسلسل بائیں جانب ہٹ رہے تھے۔ دو تین سو گز مزید چلنے کے بعد انہیں ایک اور صحرائی درے کا دہانہ نظر آیا۔ نقشے میں اس درے کو دیکھ کر ہی صفدر نے ادھر آنے کا قصد کیا تھا اور پھر سب ممبران باری باری اس درے میں داخل ہو گئے۔ یہ درہ تقریباً ڈیڑھ کلومیٹر طویل تھا۔ جب وہ درے سے باہر نکلے تو سپیدہ سحر نمودار ہونے کے آثار واضح ہونے لگے تھے دور و نزدیک آبادی کے کوئی آثار نہ تھے۔

جولیا سے بات ختم کر کے عمران نے ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کر دیا۔ یہ مخصوص قسم کے ٹرانسمیٹر تھے جن کے درمیان ہونے والی کال کسی دوسری جگہ سُنے جانے کا کوئی امکان نہ تھا۔ بلیک زیرو نے ٹرانسمیٹر اٹھا کر الماری میں رکھا تو کرنل زیدی کمرے میں آدھمکا۔ اُس کے ساتھ دو آدمی تھے جو کھانے کی ڈشیں اٹھائے ہوئے تھے کرنل کے اشارے پر دونوں کھانا میز پر رکھنے کے بعد کمرے سے نکل گئے۔ کرنل کھانے کو میز پہ چنتے ہوئے بولا

”نوٹ فرمائیے..... عشاءِ حاضر ہے!“

”عشاءِ؟..... بھی اُسے تو تہجد یہ کہنا زیادہ مناسب ہوگا!“
عمران مسکراتے ہوئے بولا۔

اور پھر تینوں کھانے پر ٹوٹ پڑے وہ سب کھانا کھاتے رہے ساتھ ساتھ باتوں کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ کرنل زیدی اگرچہ عمران اور

بلیک زیرو کی اصلیت سے لاعلم تھا لیکن جی ایچ کیو کے احکامات کی روشنی میں وہ سمجھ چکا تھا کہ یہ لوگ ملٹری انٹیلی جنس یا اسی طرح کی کسی خفیہ سروس سے متعلق ہیں جہی تو ان لوگوں کے بارے میں احکامات دیئے ہوئے جی ایچ کیو نے بھی خاصے اختصار اور رازداری سے کام لیا تھا۔

عمران کے استفسار پر کرنل زیدی نے اس علاقے کی فوجی اہمیت کے بارے میں بہت سی نئی باتیں بتائیں اور دشمن کی فوجی نقل و حرکت سے بھی آگاہ کیا۔ کرنل نے مزید بتایا کہ اگرچہ ہماری فوج کی تعداد اور ساز و سامان دشمن کے مقابلے میں خاصا کم ہے لیکن ہماری سپاہ کا مورال اور سامانِ حرب کا معیار ان لوگوں سے خاصا بہتر ہے۔

بلیک زیرو اس دوران زیادہ تر خاموش ہی رہا تھا۔ کھانا ختم ہونے پر انہوں نے گرم کافی کی چسکیاں لینا شروع کیں اور باتوں کا سلسلہ جاری رکھا۔ عمران کو کرنل زیدی کی شکل میں ایک ہنس مکھ اور فرض شناس ساتھی مل گیا تھا جو اس کے خیال میں اس مہم کیلئے نیک فال تھا۔ جب کھانا ختم ہوا اور کرنل جانے کیلئے اٹھا تو عمران کہنے لگا۔

”کرنل صاحب..... ایئر بیس ریڈار اسٹیشن اور میزائل تنصیبات کے بارے میں ملٹری انٹیلی جنس کی رپورٹیں اور نقشہ جات تو سمجھو دیجئے!“

”نقشے اور رپورٹیں..... اچھا ٹھیک ہے میں وہ صبح صبح دفتر سے نکلوا کر بھیج دوں گا آپ لوگ کچھ آرام کر لیں تاکہ صبح تک تازہ دم

ہوں..... اچھا شب بخیر!“ کرنل زیدی نے جواب دیا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

کرنل کے باہر جاتے ہی بلیک زیرو نے عمران کے اشارے پر دروازہ بند کیا اور ٹرانسمیٹر نکال کر میز پر رکھ دیا۔ عمران نے فریکوئنسی سیٹ کی اور ٹرانسمیٹر آن کر دیا اور چند لمحات کے بعد جوں ہی رابطہ قائم ہوا عمران ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں بولا۔

”ایکسٹو کالنگ یو ہو آ آ آ دی لائن اوور!“

”لیس سر جولیا انٹینڈنگ یو اوور!“ جولیا کی زندگی سے بھرپور آواز سنائی دی۔

”جولیا اس وقت تم لوگ کہاں ہو اوور؟“ عمران نے پوچھا
”سراسر اس وقت ہم کافرستانی سرحد عبور کر کے تقریباً تین کلومیٹر اندر سفر کر رہے ہیں اوور!“ جولیا نے جواب دیا۔

”گڈ.....! سرحد پار کرتے ہوئے کوئی دشواری یا کسی سے کوئی مذبذبہ تو نہیں ہوئی اوور؟“ عمران نے سوال کیا۔

”نوسر!..... ویسے ایک جگہ کچھ لوگ خیمہ زن تھے لیکن صفدر نے دیکھ لیا اور ہم کترا کر نکل گئے اوور!“ جولیا نے جواب دیا۔

”گڈ شو..... تم لوگوں کی اب تک کی کارکردگی خاصی اچھی رہی ہے امید ہے یہ بہترین کارکردگی جاری رہے گی آئی وٹس یو گڈ لک اوور اینڈ آل!“ عمران نے سلسلہ کلام ختم کرتے ہوئے کہا اور ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

اب صبح ہونے والی تھی چنانچہ عمران نے چند گھنٹے کے آرام کو بہتر خیال کرتے ہوئے بستر کی طرف چھلانگ لگا دی بلیک زیرو بھی شاید اسی لمحے کا منتظر تھا وہ بھی اپنے بستر پر کود گیا۔ چند لمحوں کے بعد کمرہ عمران کے خراٹوں سے گونج رہا تھا۔

لیفٹیننٹ جنرل اشوک کمار اپنے دفتر میں بیٹھا ایک ضخیم سی فائل کے مطالعے میں مصروف تھا کہ میز پر پڑے ایک سرخ رنگ کے ٹرانسمیٹر کی گھنٹی بج اٹھی یہ جدید ترین ہائی رینج کا ٹرانسمیٹر تھا جو ٹیلی فون کی طرح کام کرتا تھا اس میں ٹیلی فون ہی کی طرح ریسیور بھی لگا ہوا تھا۔ جنرل اشوک نے چونک کر ٹرانسمیٹر کی طرف دیکھا اور دوسرے ہی لمحے جھپٹ کر ریسیور اٹھا لیا۔ اس ٹرانسمیٹر کا تعلق براہ راست جی ایچ کیو سے تھا۔

’یس..... لیفٹیننٹ جنرل اشوک کمار آف سیکنڈ ڈیوٹ کور.....
ہو آ ر آن دی لائن!“ جنرل اشوک نے ریسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔
”یس سر..... پی اے آف جنرل وی پی ملک فرام جی ایچ کیو!“
دوسری طرف سے ایک کھٹکاتی آواز سنائی دی۔
”یس کیا بات ہے؟“ جنرل اشوک نے پوچھا۔

”سر جنرل صاحب آپ سے بات کرنا چاہتے ہیں!“ پی اے نے جواب دیا۔

”ٹھیک ہے ملاؤ!“ جنرل اشوک نے متانت سے کہا۔
چند لمحوں بعد جنرل اشوک کا جنرل وی پی ملک سے رابطہ قائم ہو گیا جو کافرستانی مسلح افواج کے سپریم کمانڈر تھے۔

”ہیلو اشوک..... میں ملک بول رہا ہوں!“ اب کے ایک باوقار سی آواز سنائی دی۔

”یس سر آئی انٹینڈنگ یو..... فرمائیے!“ جنرل اشوک مودبانہ لہجے میں بولا۔

”کام کی کیا رپورٹ ہے؟“ جنرل وی پی ملک نے پوچھا۔
”سراییز میں کی تعمیر مکمل ہوئے ہفتہ ہو گیا ہے ایئر کنٹرولنگ سسٹم کی تنصیب پرسوں مکمل ہوئی ہے ریڈار اسٹیشن کی تنصیب بھی آخری مراحل میں ہے۔ میزائل تنصیبات کا معاملہ بھی اوکے ہے۔ میں کل وہاں بھی گیا تھا‘ کام کی رفتار خاصی تسلی بخش تھی!“ لیفٹیننٹ جنرل اشوک کمار نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”اور ہاں اس تھرمل پاور پلانٹ کی کیا پوزیشن ہے؟“ جنرل وی پی ملک نے پوچھا۔

”اوہ..... ہاں سر بجلی گھر کو کل آزمائشی طور پر چلایا گیا تھا وہ بالکل ٹھیک ٹھاک کام کر رہا تھا۔ ماہرین اب اس کی فائنل چیکنگ میں مصروف ہیں۔ آج شام سے وہ باقاعدہ طور پر کام شروع کر دے گا!“

لیفٹیننٹ جنرل اشوک نے جواب دیا۔

”دیری گڈ رپورٹ..... تمہارے سیکٹر کی کیا صورت حال ہے؟“ جنرل ملک کو جیسے اچانک کچھ یاد آ گیا تھا۔

”ٹھیک ہے سر کوئی خاص واقعہ تو نہیں ہوا لیکن چونکہ فائنل آپریشن قریب آ رہا ہے اس لئے میں نے بارڈر سکیورٹی فورسز اور ڈیزرٹ رینجرز کو چوک کر رکھا ہے!“ لیفٹیننٹ جنرل اشوک کمار نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”ٹھیک ہے انہیں چوکس کیئے رہو کیونکہ پاکیشیا میں موجود ہمارے جاسوسوں نے خبر دی ہے کہ پاکیشیائی حکومت کو ہمارے ”آپریشن 11 ستمبر“ کی بھک مل گئی ہے اور اس سلسلے میں اعلیٰ پاکیشیائی حکام کافی میٹنگز بھی کر چکے ہیں ہمارے جاسوسوں کا کہنا ہے کہ وہ لوگ کوئی کمانڈو پارٹی راجستھان سیکٹر میں بھیجنے کا پروگرام بنا رہے ہیں اس لیے میں نے ضروری سمجھا کہ تمہیں مطلع کر دوں تاکہ تم مزید ہوشیار اور چوکس رہو!“ جنرل ملک نے اپنی کال کی غرض و غایت بتاتے ہوئے کہا۔

”تھینک یوسر..... ہم ہر طرح کے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار ہیں!“ جنرل اشوک پر اعتماد لہجے میں بولا

”آل رائٹ..... آئی وٹس یو گڈ لک!“ کافرستانی آری چیف نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ ختم ہو گیا۔

جنرل اشوک نے رسیور کرڈل پر رکھا اور میز کی سائیڈ میں لگا کال

بیل کا بٹن دبا دیا یہ راجستھان سیکٹر میں متعین کافرستان کی سیکنڈ ڈیزرٹ کور کا ہیڈ کوارٹر تھا جو پاکیشیائی سرحد سے تقریباً 60 کلومیٹر کے فاصلے پر جیسلمیر میں قائم کیا گیا تھا۔ یہاں ایک جدید ترین ائرنس کی تعمیر کے ساتھ ساتھ فضائی نگرانی کا ایک جدید ترین ریڈار سسٹم نصب کیا گیا تھا جو ائیریمین حکومت نے حال ہی میں کافرستان کو دیا تھا۔

جدید ترین میزائل تنصیبات میں پرتھوی فور اور پرتھوی فائیو کے علاوہ میزائل شکن نظام پیٹریاٹ بھی شامل تھا ائیریمین اور اسرائیلی ٹیکنالوجی کی مدد سے پایہ تکمیل کو پہنچنے والا یہ عسکری مرکز پاکیشیاء کو دو حصوں میں کاٹنے کے آپریشن میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا تھا اس لئے آری چیف جنرل وی پی ملک بذات خود اس مرکز پر کام کی رفتار سے متعلق رپورٹ لیتے رہتے تھے ان منصوبوں کو مکمل طور پر پائیداری عطا کرنے کے لئے کافرستانی حکومت نے یہاں پر ایک چھوٹا سا تھرمل پاور پلانٹ بھی تعمیر کیا تھا کیونکہ اس دور دراز صحرائی علاقے میں بجلی کی پائیدار فراہمی غیر یقینی تھی جو ان منصوبوں کے لئے اشد ضروری تھی اور اب جبکہ یہ منصوبے پایہ تکمیل کو پہنچ رہے تھے کافرستانی حکومت نے صحرائی جنگ کے لئے خاص طور پر تیار کردہ سیکنڈ ڈیزرٹ کور یہاں منتقل کر دی تھی۔ جسے جدید ترین توپخانہ سے آراستہ کیا گیا تھا اس کور کی حملہ کرنے کی صلاحیت میں اضافہ کے لئے پورے کافرستان سے چیدہ چیدہ ٹینک رجمنٹیں عارضی طور پر اس کور میں شامل کر دی گئی تھیں جن میں صحرائی جنگ کے لئے خاص طور پر تیار شدہ

300 روسیائی ٹینک بھی شامل تھے جو کافرستان نے حال ہی میں خریدے تھے

یہ سب تیاریاں کافرستانی حکومت کے اس منصوبے کا حصہ تھیں جو اس نے ائیریمین اور اسرائیلی حکومتوں کے ساتھ عسکری تعلقات میں ایک نئی گرجوشی لانے کے بعد ترتیب دیا تھا ائیریمیا میں 11 ستمبر کے واقعہ کے بعد پیدا ہونے والی صورتحال کو استعمال کر کے انتہا پسند ہندو حکومت کی تاخیر کے بغیر اکھنڈ کافرستان کے اپنے دیرینہ خواب کو پورا کرنے پر تلی ہوئی تھی۔ اس منصوبے کے تحت کافرستانی حکومت نے اچانک حملے کے ذریعے پاکیشیاء کے سرحدی ضلع کریم یار خان پر قبضے کو اپنا ہدف قرار دیا تھا۔ حملے کیلئے جگہ کا انتخاب حکومت کافرستان نے بڑی سوچ بچار اور غور و خوض کے بعد کیا تھا کیونکہ اس علاقے میں پاکیشیائی حکومت اپنی فوج کی محدود تعداد کے باعث زیادہ قوت جمع نہ کر سکتی تھی اور ایسا کرنے کے لئے اسے دوسرے حساس نوعیت کے علاقوں سے فوج کو یہاں منتقل کرنا پڑتا لیکن ان علاقوں کے دفاع کو کمزور کرنا بھی پاکیشیاء کے لئے مسئلہ بن جاتا تھا۔

افغانیہ کیخلاف متوقع ائیریمین آپریشن کی وجہ سے پاکیشیاء کی مغربی سرحد پر بھی خطرات میں بہت اضافہ ہو گیا تھا اس لیے کریم یار خان سیکٹر پر ٹینکوں کی بڑی یلغار کو روکنے کیلئے بڑے پیمانے پر ٹینک رجمنٹیں اور توپخانہ جمع کرنا بھی پاکیشیاء آرمی کیلئے مسئلہ بنا ہوا تھا۔

ایک اور اہم بات یہ تھی کہ کریم یار خان کے قریب و جوار میں

پاکیشیا کا کوئی جدید ایئر بیس بھی نہیں تھا جس کی وجہ سے ملک کے شمالی اور جنوبی حصے کو ملانے والی ریلوے لائن اور مرکزی شاہراہ پر فضائی و زمینی یلغار کیخلاف بروقت فضائی مدد ملنا بھی مشکل تھی ان وجوہات کی بنا پر حکومت کافرستان کو امید تھی کہ دوران جنگ پاکیشیائی فضائیہ اس سیکٹر میں اپنی بری فوج کی خاطر خواہ مدد نہ کر سکے گی اس بات کو مزید یقینی بنانے کے لئے کافرستانی حکومت نے سرحد کے قریب بڑے پیمانے پر اینٹی ایئر کرافٹ میزائل نصب کر دیئے تھے جدید ترین آلات سے لیس ریڈار اسٹیشن، ایئر کنٹرولنگ سسٹم اور ایئر بیس کی تعمیر کا مقصد یہ تھا کہ اگر پاکیشیائی فضائیہ ایسی کوئی کوشش کرے بھی تو اس کے طیاروں کو محاذ پر پہنچنے سے قبل ہی نشانہ بنالیا جائے۔

کافرستانی فوج کو یقین تھا کہ اچانک اور طوفانی حملے کے ذریعے وہ تیز رفتار پیش قدمی کر کے نہ صرف شمالی اور جنوبی پاکیشیا کا ریل اور سڑک کا رابطہ کاٹ دے گی بلکہ تیل و گیس کی سپلائی لائنیں بھی اڑا کہ پاکیشیائی عوام اور مسلح افواج کے مورال کو تباہ کرنے میں کامیاب ہو جائے گی اور یوں حربی نوعیت کی کوئی بھی دوسری کارروائی ان کے لئے زیادہ مشکل نہ رہے گی۔

لیفٹیننٹ جنرل اشوک کو کال بتل بجائے چند لمحے بھی نہ گزرے تھے کہ ایک سنتری کمرے کا اکلوتا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا اور کھٹاک سے سیلوٹ کرنے کے بعد بولا۔

”لیس سر!“

”پی اے کو بلاؤ!“ جنرل اشوک تھمکانہ لہجے میں بولا یہ سنتے ہی سنتری نے ایک اور سیلوٹ کھڑکایا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔ چند لمحوں بعد دروازہ ایک بار پھر کھلا اور ایک آفیسر اندر داخل ہوا یہ جنرل اشوک کا پی اے تھا۔

”کھٹاک..... فرمائیے سر!“ سیلوٹ کرنے کے بعد پی اے مودبانہ لہجے میں بولا

”ڈیزرٹ ریجنرز اور بارڈر سکیورٹی فورسز کے انچارج فوراً طلب کرو!“ جنرل اشوک نے حکم دیا۔

”لیس سر ابھی بلواتا ہوں!“ پی اے نے کہا اور کھٹاک سے سیلوٹ لگا کر رخصت ہو گیا جنرل اشوک نے کرسی سے سر نکایا اور کچھ سوچنے میں مصروف ہو گیا۔

صحرا کے آخری سرے پر طلوع ہوتا ہوا سورج سونے کے تھال کی مانند نظر آ رہا تھا۔ سردی ہنوز برقرار تھی اور نسیم سحری میں اب خاصی تیزی آ گئی تھی۔ ایسے میں سورج کی کرنیں کس قدر فرحت انگیز ہوتی ہیں اس کا اندازہ وہی لوگ کر سکتے ہیں۔ جو صحرا کی صبح کا نظارہ کر چکے ہیں۔

سیکڑ سروس والوں کے لئے بھی یہ ایک خوشگوار تجربہ تھا۔ سورج کی کرنیں ان سات افراد کو نئی زندگی دے رہی تھیں جو اونٹوں پر سفر کے دوران ہی ناشتے میں مصروف تھے۔ پو پھننے سے ذرا پہلے ان کی ایکسٹو سے جو بات ہوئی تھی اس وقت سب اسی کے بارے میں سوچ رہے تھے وہ شام ہونے سے پہلے پہلے جیسلمیر پہنچنا چاہتے تھے اس لئے بغیر رکے آگے بڑھتے رہے۔ اگلے دو تین گھنٹے بغیر کسی خاص واقعے کے گذر گئے۔

اب جب کہ دن کے تقریباً گیارہ بج رہے تھے وہ کافرستانی سرحد کے 25 کلومیٹر اندر سفر کر رہے تھے۔ سورج کافی بلندی پر آ چکا تھا۔ اور گرمی کی حدت میں بھی اب خاصی تیزی آ گئی تھی۔ ریگستان آہستہ آہستہ تپ رہا تھا لیکن وہ بغیر رکے مسلسل بڑھتے چلے جا رہے تھے اچانک جنوب مشرق کی سمت اشارہ کرتے ہوئے چوہان نے چلا کر کہا ”وہ دیکھو..... صحرائی آندھی!“

ممبرز نے دیکھا کہ گہرے رنگ کی ایک چادری افق پر پھیل رہی تھی خوفناک سرخ آندھی رفتہ رفتہ بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ ”اب کیا کریں؟“ جولیا آندھی دیکھ کر بولی۔

”ہمیں فوراً کسی نیلے کی آڑ میں ہو جانا چاہیے!“ صفدر کچھ سوچتے ہوئے چلا کر کہنے لگا

پھر سب لوگ فوراً ایک نیلے کی آڑ میں جمع ہو گئے اونٹوں کو انہوں نے بٹھا دیا تھا۔ آندھی کے پہلے تھپیڑے نے ہی انہیں یہ احساس دلا دیا تھا کہ یہ آفت خاصی منہ زور ہے۔ تب صفدر چلایا کہ ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ لو اور پھر سب لوگوں نے ایک دوسرے کے ہاتھوں کو جکڑ لیا۔ اس کے ساتھ ہی جیسے ریت کی بارش شروع ہو گئی چند لمحوں کے اندر وہ سب پنڈلیوں تک ریت میں دب گئے یہ دیکھ کر کیپٹن شکیل چلایا:

”فورا یہاں سے ہٹ جاؤ لگتا ہے یہاں نیلہ بن رہا ہے کہیں ہم بھی ساتھ ہی دفن نہ ہو جائیں!“

ممبرز نے فوراً ہوا کی سمت میں دوڑ لگا دی کچھ دیر دوڑنے کے بعد ریت کی بارش میں تو کمی ہو گئی لیکن آندھی کی رفتار اب بہت بڑھ گئی تھی چونکہ وہ کھلی جگہ پر آ گئے تھے اس لئے آندھی کے منہ زور تھپیڑوں نے ان کے پاؤں اکھاڑ دیئے اور وہ توازن کھو کر ہوا کی سمت میں لڑھکتے چلے گئے وہ نہ تو اڑ رہے تھے اور نہ گھسٹ رہے تھے کوئی درمیانی سی حالت تھی۔

ان مشکل حالات میں بھی انہوں نے ایک دوسرے کے ہاتھوں کو تھام رکھا تھا۔ آندھی نے ان کی سوچنے سمجھنے کی تمام صلاحیتیں سلب کر لیں تھیں تقریباً دس پندرہ منٹ اسی لڑھکنے کی حالت میں گزر گئے جب ہوا کا زور کچھ کم ہوا تو انہیں اپنے کھڑے ہونے کا احساس ہوا۔ رفتہ رفتہ آندھی تھم گئی یہ دیکھ کر سیکرٹ سروس کے ممبران حیرت زدہ رہ گئے کہ آندھی کا خاتمہ ہوتے ہی چند لمحات کے بعد مطلع یوں صاف ہو گیا جیسے یہاں ہوا ہی کچھ نہیں۔ سیکرٹ سروس کے ارکان اب ایک ایسی جگہ پر کھڑے تھے جو ان کیلئے بالکل نئی تھی اونٹوں کا دور دور تک کوئی نام و نشان تک نہ تھا اور وہ سب بذات خود صحرائی بھوت دکھائی دے رہے تھے۔ اڑے اڑے بال سرخ انگارہ آنکھیں اور گرد سے اُٹے ہوئے کپڑے یہ سب ریت اور آندھی کا کمال تھا۔

سواروں کے اونٹوں کے کھوجانے کی وجہ سے سب خاصے پریشان بلکہ ہراساں نظر آ رہے تھے کیونکہ وہ اس مسئلے کے ہولناک نتائج سے بخوبی آگاہ تھے ممبرز نے ادھر ادھر بہت تلاش کیا لیکن بے سود۔ آخر کار

تھک ہار کر فیصلہ کیا گیا کہ یونہی بیاباں میں بھٹکتے رہنے کا کوئی فائدہ نہیں اس لئے اندازے سے اسی سمت میں واپس چلا جائے جہاں سے انہوں نے سرحد پار کی تھی۔

جنوب مغرب کی سمت میں دو گھنٹے مسلسل چلتے ہوئے وہ کوئی چھ سات کلومیٹر کا فاصلہ طے کر گئے۔ ریت پر چلنا انتہائی تھکا دینے والا کام ہے اس لئے چھ سات کلومیٹر کا فاصلہ طے کرنا بھی جوئے شیر لانے سے کم نہیں تھا۔

اب دن کے دو بج رہے تھے اور سورج کی تپش سے جسم پر سخت چھن سی محسوس ہونے لگی تھی۔ ریت گرم ہو کر تنور کی طرح دھکنے لگی تھی پیاس کے مارے ان کا برا حال تھا مگر جیسے تیسے کر کے چلے جا رہے تھے۔ پیاس دھوپ اور گرم ریت نے ان کے اوسان خطا کر دیئے تھے اور پھر چلتے چلتے جولیا، نعمانی، صدیقی اور چوہان تھک کر بیٹھ گئے۔

”بھئی مجھ سے تو اب چلا بھی نہیں جاتا!“ جولیا شکستہ سی آواز میں بولی۔

سب نے بے چارگی سے ادھر ادھر دیکھا مگر سوائے ریت ہی ریت کے انہیں کچھ نظر نہ آیا۔

نہ سایہ نہ پانی اور نہ ہی کوئی آدم زاد۔ پیاس کے مارے ان کے حلق میں کانٹے سے چبھنے لگے تھے صغیر کے تسلی دلانے پر چاروں اٹھے اور ایک بار پھر سفر شروع ہو گیا مگر کب تک چند سو میٹر چلے ہوں گے کہ پھر تھک کر بیٹھ گئے۔

جب منزل سامنے ہو تو تھکا ہارا آدمی بھی ہمت سے کام لے کر کامیابی حاصل کر لیتا ہے مگر جب راستے کی خبر نہ ہو تو اچھا بھلا آدمی بھی ہمت ہار دیتا ہے۔

چاروں نے جب مزید آگے جانے سے صاف انکار کر دیا تو صفدر کیپٹن کھلیل اور تنویر نے پانی یا سائے کی تلاش میں دوڑ دھوپ شروع کر دی مگر بے سود۔

صحرا میں سراب کا تعاقب بجائے خود ایک مجنونانہ حرکت تھی۔ انہیں سورج کی شعاعوں سے کسی دور دراز مقام پر چمکتی ہوئی ریت تالاب کی مانند نظر آتی قریب پہنچنے پر جب پانی غائب ہو جاتا تو وہ واپس لوٹ آتے عجب وحشت ناک منظر تھا پانی اور سایہ کی تلاش انہیں بے کل کیے ہوئے تھی لیکن بے آب و گیاہ صحرا میں ان چیزوں کا دور دور تک کوئی نام و نشان تک نہ تھا۔

لیفٹیننٹ جنرل اشوک کمار اپنے سامنے بیٹھے دو افراد کو گھور رہا تھا جن میں ایک اس علاقے میں تعینات بارڈر سکیورٹی فورسسر کا انچارج کرنل چندر بوس تھا جبکہ دوسرا ڈیزرٹ رینجرز کا مقامی انچارج کرنل ارجن داس۔

”تمہیں معلوم ہے کہ تم دونوں کیوں بلوائے گئے ہو؟“ جنرل اشوک کرخت لہجے میں بولا۔

”نوسر!“ دونوں کرنل ایک ساتھ بولے۔

”ابھی جی ایچ کیو سے آر می چیف کی کال آئی ہے انہوں نے بتایا ہے کہ کوئی پاکیشیائی کمانڈو پارٹی ہمارے علاقے کی طرف بھیجی گئی ہے اس لئے نگرانی کا کام سخت کرنے کی ہدایت ملی ہے۔ میں نے تمہیں اسی لئے بلوایا ہے کہ تم فوراً گشت کی تعداد میں اضافہ کر دو اور نگرانی مزید سخت ہو جانی چاہیے!“ لیفٹیننٹ جنرل اشوک کمار تفصیلاً حکم نامہ

جاری کرتے ہوئے بولا۔

”ٹھیک ہے سر..... میں ابھی جا کر گشت کو دو گنا کر دیتا ہوں آپ مطمئن رہیے ہم سرحد کے اندر داخلے کو ناممکن بنا دیں گے!“
کرنل چندر بوس اطمینان کا سانس لیتے ہوئے بولا اچانک بلاوے سے وہ سمجھ رہا تھا کہ شاید کہیں ان سے کوئی گڑبڑ ہوگئی ہے۔

”سر میں نے گشت کے لئے ایک نیا پلان ترتیب دیا ہے۔ اس کے ذریعے ہم کم آدمیوں کے ذریعے زیادہ علاقے کی نسبتاً اچھی طرح دیکھ بھال کر سکیں گے!“ کرنل ارجن داس کہنے لگا۔

”ہوں..... کیا ہے وہ پلان؟“ جنرل اشوک نے پوچھا۔

”سر میں نے فیصلہ کیا ہے کہ صحرائی لوگوں کے بھیس میں ہم اپنے جوانوں کو اونٹوں پر سوار کر کے کور ہیڈ کوارٹرز کے ارد گرد کے علاقوں میں بھیج دیا کریں۔ اور جہاں بھی کسی جوان کو کوئی مشتبہ شخص یا اشخاص نظر آئیں وہ فوراً ہمیں ٹرانسمیٹر پر کال کرے اور ہیڈ کوارٹرز میں موجود ہماری چھاپہ مار پارٹی فوراً وہاں پہنچ کر ان لوگوں کو قابو کر لے۔ گاڑیوں کے ذریعے دیکھ بھال میں آدمی اور پیٹرول زیادہ ضائع ہوتا ہے اور ہم کم علاقے کے حالات سے باخبر ہو پاتے ہیں اور اگر کہیں کوئی گاڑی صحرا کے اندرونی علاقوں میں خراب ہو جائے تو نئی مصیبت گلے پڑ جاتی ہے دوسری طرف اونٹوں کے ذریعے گشت کر کے ہم کم جوانوں سے زیادہ کام لے سکیں گے اور اگر دشمن انہیں دیکھ بھی لے گا تو عام صحرائی شخص سمجھ کر راہ فرار اختیار نہ کرے گا اور یوں بے خبری میں مار کھا

جائے گا!“ کرنل ارجن نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔

”اوہ گڈ..... ویری گڈ آئیڈیا..... تم فوراً تمام یونٹوں کو اس سلسلے میں ضروری احکامات جاری کر دو اور یہ نگرانی روزانہ صبح سے شام تک اور رات بھر باقاعدگی سے ہونی چاہیے!“ جنرل اشوک اس تجویز پر پھڑک اٹھا تھا اس لیے پُر جوش انداز میں بولا۔

لیفٹیننٹ جنرل اشوک کمار سے رخصت حاصل کرنے کے بعد کرنل ارجن تیز تیز چلتا ہوا اپنے دفتر پہنچا۔ وہ اس وقت خاصا پر جوش لگ رہا تھا دفتر میں داخل ہوتے ہی اس نے ڈیزرٹ رینجرز کے تمام یونٹوں کو اپنے علاقوں میں اونٹوں پر خفیہ مشن بھیجنے کا حکم دیدیا صحرائی لباس میں جوانوں کو ایک ایک ٹرانسمیٹر، پانی کے دو دو مشکیزے کھانے کا سامان اور دو دو اونٹ مہیا کئے گئے اور پھر انہیں مختلف سمتوں میں نگرانی کے لئے روانہ کر دیا گیا۔

نگرانی مشن پر تعینات جوان ایک اونٹ پر خود سوار تھا اور دوسرے پر پانی کے مشکیزے لدے تھے اور ہر گشتی پارٹی بظاہر صحرائی لوگوں کے بھیس میں تھی گویا ٹوبے سے پانی لا رہے ہیں۔ کرنل ارجن خاصا پر امید تھا۔ اسے یقین تھا کہ وہ کامیاب رہے گا اور جو بھی کوئی پاکیشیائی کمانڈو پارٹی اس طرف آئی تو وہ لازماً کسی ایک گشتی پارٹی سے ٹکرائے گی اور کرنل کو اسی لمحے کا انتظار تھا۔

گھٹنے کے اندر پہنچ رہے ہیں!“ وال کلاک دیکھ کر عمران بھی بوکھلا گیا تھا۔

”آل رائٹ سر!“ سنتری نے کہا اور واپس چلا گیا۔ عمران سر کھجاتا ہوا مڑا اور اسٹینڈ ہاتھ میں گھس گیا۔ جب وہ دونوں ناشتے کی میز پر پہنچے تو پوچھنے لگا رہا ہے تھے۔

”کیسے رات کیسی گذری؟“ کرنل زیدی مسکراتے ہوئے بولا۔
 ”اچھی گذری.....!“ عمران نے بھی مسکراتے ہوئے جواب دیا اور پھر تینوں ناشتے میں مشغول ہو گئے۔ تقریباً 12 بجے ناشتہ ختم ہوا۔

کمرے میں پہنچتے ہی عمران نے ٹرانسمیٹر نکال کر میز پر رکھا اور جولیا کی فریکوئنسی سیٹ کر کے اُسے آن کر دیا، ٹرانسمیٹر میں سے سائیں سائیں کی آوازیں آنے لگیں۔ چند لمحے تک جب سائیں سائیں کی آوازیں مسلسل آتی رہیں تو عمران اور بلیک زیرو نے حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

”کیا بات ہے جولیا کال اینڈ نہیں کر رہی!“ بلیک زیرو اُلجھے ہوئے لہجے میں بولا۔ ”پتہ نہیں اب کے انہیں کیا مجبوری ہے کہ جس کی وجہ سے جواب نہیں دے رہے!“ عمران نے اُلجھے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

”دوبارہ ٹرائی کریں شاید!“ بلیک زیرو کہنے لگا۔ عمران نے دو تین دفعہ کوشش کی مگر بے سود کیونکہ دوسری طرف سے کوئی بھی اینڈ نہیں کر رہا تھا۔

دھڑا دھڑا دروازہ پیٹے جانے کا شور سن کر عمران کی آنکھ کھل گئی۔ ادھر بلیک زیرو بھی آنکھیں ملتا ہوا اٹھ بیٹھا۔ عمران نے جلدی سے اٹھ کر دروازہ کھولا تو سامنے ایک لمبے تڑنگے سنتری کو کھڑے پایا۔
 ”سر کرنل صاحب ناشتے کی میز پر آپ لوگوں کا انتظار کر رہے ہیں!“ دروازہ کھلتے ہی سنتری نے جلدی سے کہا۔

”ناشتے کی میز پر!..... بھئی اتنی کیا جلدی پڑ گئی؟“ عمران حیران ہوتے ہوئے بولا۔

”جی..... کیا مطلب؟“ سنتری عمران کے سوال پر بوکھلا گیا تھا اور جب عمران نے نظر گھما کر وال کلاک کی طرف دیکھا تو سنتری کی بوکھلاہٹ کا مقصد سمجھ گیا۔

وال کلاک دن کے سوا دس بج رہا تھا۔
 ”اوہ سوری..... کرنل صاحب سے کہنا کہ ہم ابھی آدھے

”انہیں کوئی حادثہ نہ پیش آ گیا ہو!“ بلیک زیرو بولا
 ”سرحد کا تو وہ کہہ رہے تھے کہ بخیر و عافیت پار کر گئے ہیں!“
 عمران بھی اب خاصا پریشان دکھائی دے رہا تھا۔
 ”سرحد کیسی جناب اب تو وہاں قدم قدم پر فوج بیٹھی ہے!“ بلیک
 زیرو نے کہا۔

عمران سوچ ہی رہا تھا کہ اب سکریٹ سروس کا کیسے پتہ چلا جائے
 کہ کمرے میں کرنل زیدی داخل ہوئے۔
 یہ ہیں جناب وہ فائلیں اور نقشہ جات جو رات آپ نے طلب
 کیئے تھے!“ کرنل کچھ فائلوں کو میز پر رکھتے ہوئے بولا۔
 ”کرنل تم کل ملٹری انٹیلی جنس کی بات کر رہے تھے کہ ان کی بھیجی
 ہوئی رپورٹیں بھی ہیں!“ عمران کرنل کی بات نظر انداز کرتے ہوئے
 بولا۔

”ہاں ہاں وہ بھی انہی میں شامل ہیں!“ کرنل نے جواب دیا۔
 ”جن لوگوں نے یہ رپورٹیں بھیجی ہیں وہ اب بھی وہیں ہیں!“
 عمران نے پوچھا۔

”جی ہاں..... وہ لوگ کافرستانی فوج میں باقاعدہ طور پر شامل
 ہیں!“ کرنل نے جواب دیا۔

”ان کے ساتھ رابطے کا کیا ذریعہ ہے؟“ عمران نے پوچھا۔
 ”سرحد کے قریب مواصلاتی رابطہ کے جدید نظام سے لیس ہمارا
 ایک اطلاعاتی مرکز ہے۔ کافرستان میں موجود ہمارے جاسوس وہاں اپنا

پیغام ریکارڈ کراتے ہیں اور وہیں سے بذریعہ ٹرانسمیٹر مزید ہدایات
 حاصل کرتے ہیں!“ کرنل زیدی نے جواب دیا۔
 ”اس اطلاعاتی مرکز سے رابطے کا کیا چکر ہے؟“ عمران نے سوال
 کیا۔

”وائرلیس کے ذریعے..... کیوں کیا بات ہے؟“ کرنل زیدی جو
 عمران کے پے درپے سوالات سے الجھن میں مبتلا ہو گیا تھا بالآخر پوچھ
 ہی بیٹھا۔

”وہ دراصل بات یہ ہے کہ پہلی پارٹی جو کل یہاں سے کافرستان
 روانہ ہوئی تھی اس سے ہمارا رابطہ منقطع ہو گیا۔ ہمارا خیال ہے کہ کہیں
 وہ لوگ پکڑے نہ گئے ہوں!“ عمران نے وضاحت کی۔
 ”تو پھر آئیے کنٹرول روم میں چلتے ہیں!“ کرنل زیدی معاملے
 کی نزاکت سمجھتے ہوئے بولا اور پھر تینوں کنٹرول روم کی طرف چل
 دیئے۔

کنٹرول روم پہنچنے پر ایک خاصے بڑے وائرلیس سیٹ کے ذریعے
 اطلاعاتی مرکز سے رابطہ قائم کیا گیا عمران نے ان سے کہا کہ کافرستانی
 افواج میں موجود اپنے جاسوسوں کے ذریعے جلد از جلد یہ معلوم کریں
 کہ آج بارڈر کراس کرتے ہوئے کچھ لوگ گرفتار تو نہیں ہوئے اگر ایسا
 ہے تو ان کا پتہ چلایا جائے یہ بھی معلوم کریں قیدیوں کو کہاں رکھا گیا
 اور ان کی رہائی کے لیے مناسب طریقہ کیا ہو سکتا ہے؟

تقریباً تیس پینتیس منٹ کے وقفے کے بعد اطلاعاتی مرکز کے

انچارج نے بتایا کہ ہم نے اپنے جاسوسوں اور مخبروں سے رابطہ قائم کیا ہے ان کا کہنا ہے کہ آج یا کل رات کہیں سے بھی کوئی آدمی گرفتار نہیں ہوا اور نہ ہی ایسی کوئی کوشش ان کے نوٹس میں آئی ہے۔

عمران اور بلیک زیرو سخت الجھن میں تھے۔ ان کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ سیکرٹ سروس کہاں گئی اسے زمین نگل گئی یا آسمان کھا گیا۔ وہ لوگ نہ تو گرفتار ہوئے ہیں اور نہ کافرستانی بارڈر سیکورٹی فورسز کو ان کے بارے میں کوئی اشارہ ملا ہے اور اب نہ ہی ان سے رابطہ قائم ہو رہا ہے وہ انہیں تلاش کریں تو کہاں اور ڈھونڈیں تو کیسے؟ وسیع و عریض صحرا میں سیکرٹ سروس کو تلاش کرنے کے لیے ہیلی کاپٹر کے سوا کوئی قابل اعتماد ذریعہ نہ تھا۔ لیکن کافرستانی فضائیہ اور ریڈار سسٹم کی وجہ سے ہیلی کاپٹر کے ذریعے تلاش ممکن نہ تھی۔ عمران کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے۔ دن کے بارہ بج رہے تھے اور وہ ہر طرف سے بے بس نظر آ رہا تھا۔

”کیپٹن ہم کب تک ان سراپوں کے پیچھے بھاگتے رہیں گے!“ صفدر مایوسانہ لہجے میں بولا۔
جواب میں کیپٹن کلیل خاموش ہی رہا، امید و بیم کی حالت میں وہ نجانے کیا سوچ رہا تھا۔
”یوں بھاگ بھاگ کر ہم اپنی بچی کچھی توانائی بھی ضائع کر رہے ہیں!“ تنویر بولا۔

”ہاں..... میرا خیال ہے ہمیں اپنے ساتھیوں کو لے کر کسی طرح کوئی سایہ ڈھونڈ کر بیٹھ رہنا چاہیے!“ اب کے کیپٹن کلیل بولا تھا۔ تب وہ تینوں واپس اس جگہ پہنچے جہاں جولیا، نعمانی، صدیقی اور چوہان پیاس سے جاں بلب پڑے تھے۔

صحرا میں سایہ کی تلاش بجائے خود ایک احمقانہ حرکت تھی۔ ایک بڑے ٹیلے کی مشرقی سمت کافی سے زیادہ عمودی تھی اور اس کی چوٹی پر

خاردار صحرائی جھاڑیوں کی وجہ سے ٹیلے کا یہ کنارہ کسی حد تک سورج کی براہ راست شعاعوں کی زد سے محفوظ تھا۔ کیپٹن ٹکیل کی نظر جونہی یہاں پڑی تو ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کے مصداق اس نے صفدر کو اس کنارے کی جانب متوجہ کیا۔ اور پھر فیصلہ یہ ہوا کہ یہاں دھوپ میں پڑے رہنے کی بجائے وہاں چلا جائے۔

”جولیا اٹھو..... وہ دیکھو ادھر سائے میں چلتے ہیں!“ صفدر نے چیخ کر جولیا کی توجہ سائے کی طرف مبذول کراتے ہوئے کہا۔
صفدر کے شور مچانے پر جولیا صدیقی، نعمانی اور چوہان نے کسی حد تک اٹھ کر چلنے کی کوشش کی مگر بے سود۔ گرم ریت پر پڑے رہنے کی وجہ سے ان کی رہی سہی ہمت بھی جواب دے گئی تھی۔ بالآخر صفدر، تنویر اور کیپٹن ٹکیل نے باری باری چاروں کو سہارا دے کر اس ”سائے“ میں پہنچایا۔ ان چکروں کے اختتام پر خود ان تینوں کی حالت غیر ہونے لگی تھی۔

اس سائے اور دھوپ کی حالت میں اگرچہ زیادہ فرق نہیں تھا مگر ایک تو اس جگہ کی ریت کسی حد تک کم گرم تھی اور دوسرے وہ لوگ سورج کی براہ راست شعاعوں کی زد سے محفوظ تھے لیکن یہ نجات کا کوئی قابل اعتماد ذریعہ نہ تھا۔ پانی ان کی اشد ضرورت تھا جو کہ اس دیرانے میں ناپید تھا۔ ٹرانسمیٹر جولیا کے اونٹ پر تھا جو صحرائی آندھی میں باقی سارے سامان سمیت کھو گیا تھا۔ لے دے کر ان کے پاس وائچ ٹرانسمیٹر تھے لیکن محدود ریج کے باعث وہ بھی کسی کام کے نہ تھے۔ اس دوران کئی

بار صفدر نے وائچ ٹرانسمیٹر کے ذریعے ایکسٹو سے رابطہ قائم کرنا چاہا لیکن اس حرکت کا نتیجہ وہی نکلا جو کہ نکلنا چاہیے تھا یعنی مسلسل ناکامی۔

سردیوں میں دن چھوٹے اور راتیں لمبی ہوتی ہیں سورج ڈھلتے ہی شام ہو گئی اور پھر رات کی تاریکی نے آلیا سیکرٹ سردس کے ارکان کو سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کیا کریں اور کدھر جائیں خنکی بڑھنے کی وجہ سے اب ان کی حالت کچھ سنبھل گئی تھی اس لیے ایک بار پھر پاکیشیائی سرحد کی طرف واپسی کا سفر شروع ہو گیا آدمی رات تک وہ بمشکل سات آٹھ کلومیٹر کا سفر کر پائے تھا کاوٹ سے براہ حال تھا اندھیرے کی وجہ سے یہ بھی پتہ نہیں چل رہا تھا کہ وہ صحیح سمت میں محو سفر ہیں یا ایک ہی علاقے میں گھومے جا رہے ہیں۔

کیپٹن ٹکیل کے مشورے پر سب نے کچھ دیر سستانے کا پروگرام بنایا ریت کے بستروں پر فوراً ہی غیند نے آلیا۔

سورج کی کرنوں سے صحرا تپنا شروع ہوا تو ریت پر مدھوش حالت میں سوئے سیکرٹ سردس کے ارکان کی آنکھ کھل گئی صبح کے 9 بج رہے تھے سب ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے اور اندازے سے ہی واپسی کا سفر ایک بار پھر شروع ہو گیا۔

دن کے گیارہ بجے جولیا کی حالت کافی زیادہ بگڑ گئی۔ سوس ہونے کی وجہ سے پاکیشیائی صحرائی علاقے کی آب و ہوا طبعی اور طبی دونوں لحاظ سے اس کے لیے دوسروں کے مقابلے میں زیادہ ناقابل برداشت تھی۔ یہ دیکھ کر تنویر اپنی پوری قوت ارادی مجتمع کر کے قریبی ٹیلے پر

چڑھ گیا کہ شاید کہیں پانی یا کوئی آدم زاد نظر آ سکے لیکن بے سود۔
 ”تنویر واپس آ جاؤ!“ صفدر نے چلا کر کہا۔ اب بولنا بھی ان کے لیے ایک مشکل کام بن گیا تھا۔

تنویر تھکے تھکے قدموں سے واپس آ گیا۔ ہر شخص کے چہرے پر مایوسی کے اندھیرے چھائے ہوئے تھے۔

”تنویر یہ مجنونانہ حرکت ہے اور اس کا نتیجہ ہم سب دیکھ چکے ہیں سرابوں کے پیچھے بھاگنے کا کوئی فائدہ نہیں!“ صفدر نے تنویر کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

”پھر کیا کیا جائے مجھ سے تو اپنے ساتھیوں کی یہ حالت دیکھی نہیں جاتی!“ تنویر رندھی ہوئی آواز میں بولا۔

”اگر ہم اپنے ساتھیوں کے لیے کچھ کر سکتے ہیں تو یہی کہ جس طرح صحرائی جانور ایسے حالات سے عہدہ برا ہوتے ہیں ہم بھی اس ٹیلے کی جنر میں ریت کھودنا شروع کر دیں۔ چار پانچ فٹ کے بعد ریت میں نمی اور ٹھنڈک ہوگی۔ صحرائیں ٹھنڈک حاصل کرنے کا اس کے علاوہ کوئی ذریعہ نہیں!“ کیپٹن ٹکیل دور خلاؤں میں گھورتے ہوئے بولا۔

ٹکیل کی تجویز پر تینوں دیوانوں کی طرح ہاتھوں سے ہی ریت کھودنے لگے۔ گرم ریت کو کھودتے وقت ان کی انگلیاں جھلس رہی تھیں مگر انہیں اس کی پروا کب تھی۔

تین چار فٹ نیچے جانے کے بعد ریت کھودنے کا یہ عمل ان کے

لیئے راحت افزاء تھا۔ کیونکہ یہاں ریت کا درجہ حرارت اوپر کی تپتی ہوئی ریت سے خاصا کم تھا۔ دو تین فٹ مزید نیچے جانے کے بعد ریت میں نمی کے آثار ملنے لگے۔ اور اب نمدار ریت اس سخت گرم موسم میں ”روح افزاء“ سے کم نہ تھی۔

گڑھا کافی گہرا ہو گیا تھا اور نیچے کی جانب اس کی چوڑائی بھی کم ہو گئی تھی۔ اس لیے ایک وقت میں صرف ایک آدمی ہی گڑھے میں اتر کر ریت نکال سکتا تھا۔ چنانچہ اب تنویر گڑھے کے اندر تھا وہ نمدار ریت نکال کر باہر کیپٹن ٹکیل اور صفدر کو پکڑاتا اور وہ اس ریت کو جولیا، نعمانی، صدیقی اور چوہان کے چہرے، پیشانی، گردن، ہتھیلیوں اور جسم کے مختلف حصوں پر رکھتے جو اس وقت نیم بے ہوشی کی حالت میں پڑے تھے۔

نمدار ریت سخت گرم موسم میں جلد ہی اپنی ٹھنڈک کھودیتی۔ چنانچہ انہیں تازہ ریت کی دوبارہ ضرورت محسوس ہوتی اس لیے ریت نکالنے کا یہ عمل جاری رکھا گیا۔

کیپٹن ٹکیل نے گڑھے کے اندر دیکھا تنویر ریت نکالنے میں پہلی سی تیزی نہیں دکھا رہا تھا کیونکہ منوں کے حساب سے ریت ہٹانے کے باعث اُس کے ہاتھوں کی انگلیوں سے خون رسنے لگا تھا۔

کیپٹن ٹکیل کی آنکھوں میں اپنی فوجی زندگی کا وہ دن گھوم گیا جب ان کے انسٹرکٹر نے ایک لیکچر کے دوران بتایا تھا کہ جب کوئی جوان صحرائیں بھٹک جاتا ہے تو پانی ختم ہونے پر اس کی تلاش میں ادھر

ادھر سراب کے پیچھے بھاگتا ہے۔ سورج کی شعاعوں سے دور کی ریت چمکتی ہے تو اُسے تالاب کی مانند نظر آتی ہے وہ بھاگ کر وہاں پہنچتا ہے تو ماسوائے ریت کے کچھ بھی نظر نہیں آتا بالآخر جب وہ تھک کر شل ہو جاتا ہے تو ہاتھوں سے ریت کھود کہ ٹھنڈک حاصل کرتا ہے۔

دیوانوں کی مانند اس عمل کو جاری رکھنے پر اس کی انگلیوں سے خون رسنے لگتا ہے تو وہ اپنی انگلیاں چوسنے لگتا ہے۔ نیم بے ہوشی کی حالت میں وہ اسے پانی کا نعم البدل سمجھ کر موت کی وادی کا سفر شروع کر دیتا ہے اگر رات جلد آ جائے تو ٹھنڈک کے سبب سے وہ ہوش میں آ جاتا ہے بصورت دیگر وہی گڑھا اس کا مدفن بن جاتا ہے۔ یہ سوچ کر کیپٹن کو جھرجھری سی آگئی اور وہ کہنے لگا۔

”تنویر! اب تم باہر آ جاؤ میں ریت نکالتا ہوں!“

”صفدر اور کیپٹن شکیل نے مل کر تنویر کو گڑھے سے باہر کھینچا اور کیپٹن شکیل نے اندر چھلانگ لگادی۔

اب کیپٹن شکیل ریت نکال رہا تھا اور صفدر اس کو اپنے ساتھیوں کی تیمارداری میں استعمال کر رہا تھا۔ ٹھنڈک پہنچانے کے اس عمل سے اگرچہ ان چاروں کو جو نیم بے ہوشی کی حالت میں لیٹے ہوئے تھے کوئی خاص فائدہ تو نہ ہوا لیکن اتنا فرق ضرور پڑا کہ ان کی حالت جو مزید خراب ہوتی جا رہی تھی اس میں کمی آ گئی۔

اب تو صفدر، کیپٹن شکیل اور تنویر بھی ڈھیلے پڑتے نظر آ رہے تھے۔ تینوں تھوڑی دیر سانس لینے کے لیے رکتے اور پھر اس عمل میں مشغول

ہو جاتے۔ لیکن کب تک کیوں کہ اب تو کیپٹن شکیل کے ہاتھوں میں بھی سرخی نمودار ہونا شروع ہو گئی تھی۔

تنویر ایک بار پھر اضطراری حالت میں اٹھا اور گھسٹتا گھسٹتا ٹیلے کی چوٹی پر جا پہنچا اور چاروں جانب ترستی نظروں سے دیکھنے لگا۔ اچانک اس پر شادی مرگ کی سی کیفیت طاری ہو گئی کبھی وہ اپنی آنکھوں کو ملتا اور کبھی ٹیلے کے پار اس طرف دوبارہ دیکھنے لگتا جہاں دو اونٹ اور اُن کا مالک چلے جا رہے تھے۔

”نہیں نہیں یہ سراب نہیں ہو سکتا!“ تنویر یو بڑایا اور پھر پُر جوش لہجے میں چلایا۔

”صفدر..... کیپٹن..... ادھر آؤ..... وہ دیکھو..... وہ آدمی دو اونٹوں کو لیے جا رہا ہے!“ یہ کلمات جان فزا سن کر کیپٹن شکیل اور صفدر اُچھل پڑے۔

صفدر نے کیپٹن شکیل کی گڑھے سے نکلنے میں مدد کی اور پھر دونوں تیزی سے ٹیلے پر چڑھ گئے۔ لیکن یہ دیکھ کر کہ وہ شخص اُن سے دور ہوتا جا رہا ہے تینوں پر ایک بار پھر مایوسی کا دورہ پڑا اور وہ اُس لمحے کو کوسنے لگے جب یہ شخص یہیں کہیں اُن کی بے خبری میں قریب سے گزر گیا تھا۔

”ہمیں ہر قیمت پر اُسے ادھر متوجہ کرنا ہوگا!“ صفدر مستحکم لہجے میں بولا۔ ہم تینوں مل کر شور مچائیں تو شاید اس تک آواز پہنچ جائے!“ کیپٹن نے تجویز پیش کی اور پھر تینوں گلا پھاڑ کر چیخنے لگے اور زور زور

سے اُس آدمی کو آوازیں دینے لگے۔ پتہ نہیں یہ ان کی آوازوں کا اثر تھا یا ویسے ہی اُس شخص نے گردن گھمائی تو انہیں دیکھ کر ٹھٹھک گیا۔ صفدر، کیپٹن شکیل اور تنویر نے جب یہ دیکھا کہ اونٹوں والا شخص اب انہی کی جانب دیکھ رہا ہے تو تینوں زور زور سے ہاتھ ہلا کر اُسے اپنی طرف آنے کا اشارہ کرنے لگے اور یہ دیکھ کر کہ اب اُس شخص نے اونٹوں کا رخ موڑ لیا ہے۔ سب پر شادی مرگ کی سی کیفیت دوبارہ طاری ہو گئی۔

چند منٹوں کے جان لیوا انتظار کے بعد وہ آدمی اب ان کے بالکل قریب آ گیا تھا تینوں نے دیکھا کہ سوار صحرا ہی کا باشندہ تھا جو ایک اونٹ پر خود بیٹھا تھا جبکہ دوسرے پر پانی کے دو مشکیزے اور کھانے کا کچھ سامان دھرا تھا۔

”پانی..... پانی ہے تمہارے پاس؟“ صفدر چلایا۔

”ہاں!“ یہ کہہ کر نووارد نیچے اتر اور صفدر اُسے لے کر تیزی سے اُس طرف آیا جہاں لیٹے ہوئے جولیا، نعمانی، صدیقی اور چوہان اب بالکل بے ہوش ہو چکے تھے۔

چار نیم مردہ افراد کو دیکھ کر نووارد ٹھٹھکا پھر تیزی سے اونٹوں کو بٹھا کر ایک مشکیزہ کھول لایا اور جولیا، نعمانی، صدیقی اور چوہان کے منہ پر چھینٹے مارنے لگا لیکن چاروں ٹس سے مس نہ ہوئے اس پر صفدر نے گھبرا کر ان کی نبض پہ ہاتھ رکھا اور مطمئن انداز میں سر ہلا دیا۔

وہ خطرے کی حد سے دور تھے اور پھر جب نووارد نے کافی مقدار

میں پانی اُن پر اُنڈیلا تو قیامت خیز گرمی سے نجات ملنے پر چاروں تھوڑی دیر کے لیے کسمانے لگے۔ انہیں حرکت میں آنا دیکھ کہ سب کی جان میں جان آئی نووارد کہنے لگا۔

”اب آپ بھی پانی پی لیں۔ آپ کے ساتھی ابھی ہوش میں آ جاتے ہیں!“

اور پھر صفدر اور کیپٹن شکیل نے مشکیزے ہی سے منہ لگا کر پانی پیا اور جی بھر کر پیاس بجھائی لیکن تنویر نے پانی پینے سے انکار کر دیا۔

صفدر، کیپٹن شکیل اور نووارد تینوں نے بہت زور لگایا مگر تنویر کی ایک ہی رٹ تھی کہ جب تک جولیا، نعمانی، چوہان اور صدیقی ہوش میں آ کر پانی نہیں پی لیتے میں بھی نہیں پیوں گا۔ تب صفدر، کیپٹن شکیل اور نووارد تینوں مل کر بیہوش افراد کو ہوش میں لانے کی ترکیبیں لڑانے لگے۔

نووارد نے مشکیزے میں موجود بقیہ تمام پانی اُن چاروں پر اُنڈیل دیا چند لمحوں کے بعد چوہان پھر نعمانی، جولیا اور صدیقی نے بھی آنکھیں کھول دیں۔ نووارد جلدی سے دوسرا مشکیزہ بھی اُتار لایا اور چاروں کو پانی پلایا گیا۔

جولیا، نعمانی، صدیقی اور چوہان کو پانی پلا کر جب صفدر اور کیپٹن شکیل، تنویر کی طرف متوجہ ہوئے تو یہ دیکھ کر ایک بار پھر سب ہراساں ہو گئے کہ اُس وقت تک تنویر بھی بے ہوش ہو چکا تھا۔ اور پھر تنویر کے سر اور چہرے پر پانی ڈالا گیا تو اُس نے آنکھیں کھول دیں۔

”وہ..... وہ ہوش میں آ گئے؟“ تنویر نے ہوش میں آتے ہی سوال

کیا۔

”ہاں ہاں ہم سب ٹھیک ہیں اب تم جلدی سے پانی پی لو!“ جولیا نےمانی صدیقی اور چوہان اُس کا اشارہ سمجھ کر جلدی سے بولے اور پھر تنویر نے بھی سیر ہو کر پانی پیا۔

اب جبکہ وہ باقاعدہ طور پر ہوش میں آئے تھے انہیں ایک دوسرے کا تعارف حاصل کرنے کا خیال آیا۔ نووارد نے انہیں بتایا کہ اس کا نام دیوداس ہے اور اُس کی بستی یہاں سے تین چار کلومیٹر کے فاصلے پر ہے جہاں طویل عرصے کی خشک سالی کی وجہ سے پانی کا ذخیرہ ختم ہو گیا ہے اس لیے وہ ایک دوسری بستی کے قریب موجود تالاب سے جسے مقامی زبان میں ”نوبہ“ کہتے ہیں پانی لا رہا تھا کہ اُس کی نظر ان پر پڑی اور وہ ان کی مدد کے خیال سے یہاں آ گیا۔

صفدر اپنا اور اپنے ساتھیوں کا تعارف کراتے ہوئے کہنے لگا کہ ہم جیسلمیر سے آئے ہیں اور یہاں شکار کھیل رہے تھے کہ اچانک صحرائی آندھی آگئی اور ہمارے اونٹ اور دیگر ساز و سامان اسی آندھی میں کہیں کھو گیا اور ہم بے آب و گیاہ صحرا میں تنہا رہ گئے۔

صفدر جب اپنے تعارف کر رہا تھا تو ایک لمحے کے لیے نووارد کے چہرے پر طنزیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی جسے شاید کوئی بھی محسوس نہ کر سکا تھا۔

دیوداس نے ممبرز کو اپنے زادراہ کے لیے موجود کھانا لا کر دیا سب ممبران کھانا کھانے میں مصروف ہو گئے تو وہ خود حاجتِ ضروریہ کے

لیئے اُٹھا اور اپنے اونٹوں کے قریب سے گزرتا ہوا ایک ٹیلے کی اوٹ میں چلا گیا۔

”مجھے تو یہ سب ایک ڈراؤنا خواب لگ رہا ہے!“ جولیا مہر سکوت توڑتے ہوئے بولی۔

”یہ تو ہم سے پوچھو کہ یہ بھیانک لمحات کس قدر قیامت خیز تھے۔ تم چاروں تو کافی عرصہ بے ہوش رہے ہو جب کہ اس قیامت صغریٰ کا ایک ایک لمحہ ہم تینوں کے ذہنوں پر نقش ہے!“ کیپٹن ٹھکیل مسکراتے ہوئے بولا ”ویسے یہ دیوداس ہم سب کے لیے فرشتہ و رحمت ثابت ہوا ورنہ.....!“ صفدر کی بات ابھی درمیان ہی میں تھی کہ جولیا نے اُس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور کہنے لگی۔

”صفدر اب ایسی مایوسی کی باتیں مت کرو خدا نے ہمیں بچالیا ہے کیونکہ ہم ایک نیک مقصد کے لیے نکلے تھے اور ہمیں اس کا شکر ادا کرنا چاہیے!“

”ہشت..... خاموش..... کہیں اُس ”فرشتے“ کے سامنے ایسی بات نہ کہہ بیٹھنا!“ کیپٹن ٹھکیل جولیا کو چپ کراتے ہوئے بولا۔

”ویسے صفدر بھائی آپ نے بھی کس قدر خوبصورت انداز میں اُسے چکر دیا ہے!“ چوہان صفدر کے تعارف کرانے کے انداز کو یاد کرتا ہوا بولا۔

”ہو سکتا ہے وہ ہم سے بھی بڑا چکر باز ہو!“ کیپٹن ٹھکیل نے کہا۔
”کیا مطلب؟“ سب ممبرز یکجہت بول اُٹھے ”میرا خیال ہے کہ

وہ ہمارے بیان سے مطمئن نظر نہیں آتا کیونکہ جب صفدر اُسے ہمارے متعلق بتا رہا تھا تو میں نے اُس کی آنکھوں میں بے اطمینانی کے سائے لہراتے دیکھے تھے!“ کیپٹن نکیل نے کہا۔

”اس کا مطلب ہے کہ ہمیں اس سے بھی ہوشیار رہنا ہوگا کہیں یہ دشمن فوج کا کوئی جاسوس ہی نہ ہو!“ تنویر پڑ جوش لہجے میں بولا۔
”ہونہہ..... سیکرٹ سروس کے رکن کیا ہو گئے اب انہیں ہر شخص مجرم نظر آنے لگا ہے اور تو اور اپنے محسن پر بھی اعتبار نہیں ہے!“ جولیا بھنائے ہوئے لہجے میں بولی اُسے شاید اس خیال سے ہی نہیں پہنچی تھی۔

”خیر چونکہ اپنی اچھی چیز ہے! صفدر بحث ختم کرانے کی نیت سے بولا۔
”دیکھو تو سہی ”محسن“ صاحب کیا کر رہے ہیں!“ تنویر اٹھتے ہوئے بولا۔

”ہونہہ بڑی کارکردگی دکھانے لگے ہیں!“ جولیا نے کہا۔
چند لمحوں کے بعد تنویر بھاگتا ہوا آیا۔ فرط جوش سے اُس کا چہرہ تھمتا رہا تھا۔ قریب آتے ہی وہ سرگوشیاں لہجے میں تیزی سے کہنے لگا۔
”کیپٹن..... کیپٹن تمہارا خیال درست ہے دیوداس دشمن جاسوس ہے اور ادھر ٹیلے کی اوٹ میں کسی سے وائرلیس پر باتیں کر رہا ہے بھلا ایک عام صحرائی کا وائرلیس سے کیا رشتہ؟“

تنویر کا یہ کہنا تھا کہ تمام ممبرز تیزی سے اُس طرف بھاگے جدھر

دیوداس تھوڑی دیر قبل گیا تھا اور پھر جب وہ اچانک اس کے سامنے جا پہنچے تو وہ ہڑبڑا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ ایک لانگ ریج کا جدید ترین وائرلیس سیٹ اُس کے قدموں میں پڑا تھا۔

”دیوداس جی یہ ڈبہ سا کیا چیز ہے؟“ تنویر بھرپور طنز یہ لہجے میں بولا اور جواب میں دیوداس نے خاموشی ہی میں عافیت سمجھی۔
”تم بتاتے کیوں نہیں کہ یہ کس سے رازد نیاز ہو رہے تھے؟“ اب کیپٹن نکیل بھی گرم ہو رہا تھا۔

”تمہیں اس سے مطلب نہیں ہونا چاہیے کہ میں کون ہوں بلکہ اگر تم لوگ صحرا سے زندہ سلامت نکلنا چاہتے ہو تو تمہیں میری راہنمائی میں چلنا ہوگا۔!“ دیوداس آخر بول پڑا وہ اب کافی حد تک سنبھل چکا تھا۔ اس کا جواب ایک تلخ حقیقت تھا جو سیکرٹ سروس کو خاصا کڑوا محسوس ہوا۔

”مطلب تو تمہیں اب ہم بتائیں گے!“ تنویر نے بھنائے ہوئے لہجے میں کہا اور دیوداس پر چھلانگ لگا دی۔

صفر!“ عمران اب خاصا جھنجھلایا ہوا تھا۔
 ”اسلام و علیکم!“ کرئل زیدی کمرے میں داخل ہوتے ہوئے
 بولا۔

”علیکم السلام۔ کرئل صاحب یہاں صحرائی سفر کا کیا انتظام
 ہے؟“ عمران نے سلام کا جواب دیتے ہوئے پوچھا۔
 ”صحرا میں سفر کے لیے فور وہیل ٹرک ہی قابل اعتماد ذریعہ ہیں۔
 ویسے تو آپ جیپ وغیرہ کے ذریعے بھی جاسکتے ہیں کہاں کا پروگرام
 ہے!“ کرئل زیدی نے جواب دیا۔

”فی الحال تو آپ کے اطلاعی مرکز جانے کا خیال ہے۔ سواری
 کا انتظام کب تک ہو جائے گا!“ عمران نے پوچھا۔
 ”میرا خیال ہے دو تین منٹ تو لگ ہی جائیں گے!“ کرئل اصل
 پریشانی نہ جان پایا تھا اس لیے خوشگوار موڈ میں تھا۔

ایک بجنے میں کوئی پندرہ منٹ باقی تھے جب عمران
 نے سٹرک ختم ہونے پر ٹرک کو صحرائی راستے پر ڈال دیا۔ یہ بل کھاتا ہوا
 راستہ خاصا ناہموار تھا بحر حال ریت کے سمندر میں پھر بھی غنیمت تھا۔
 یہ کوئی باقاعدہ تیار شدہ راستہ نہ تھا بلکہ آرمی کے ٹرکوں اور دوسری
 گاڑیوں کے آنے جانے کے باعث خود ہی سٹرک سی بن گئی تھی۔ ٹرک
 نیا اور طاقتور انجن کا حامل ہونے کے باعث راستے کو خاصی تیزی سے
 نمٹا رہا تھا۔

تقریباً ڈیڑھ بجے کے قریب وہ لوگ سرحد کے قریب واقع

دن کے سوا بارہ بج رہے تھے اور عمران کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ
 وہ کیا کرے سیکرٹ سروس سے رابطہ قائم کرنے کے لیے وہ کئی دفعہ کال
 کرنے کی کوشش کر چکا تھا مگر نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات اور اب
 اس نے کرئل زیدی کو پھر بلوایا تھا۔

”میرا خیال ہے کہ وہ لوگ راستہ ہی نہ بھٹک گئے ہوں!“ بلیک
 زیرو جو خاصا پریشان ہو رہا تھا کہنے لگا۔

”اگر راستہ ہی بھٹک جاتے تو انہیں ٹرانسمیٹر پر جواب تو دینا
 چاہیے تھا!“ عمران نے کہا۔

”کہیں ایسا تو نہیں کہ کسی صحرائی آفت کے باعث وہ اپنے سامان
 بشمول ٹرانسمیٹر سے ہاتھ دھو بیٹھے ہوں!“ بلیک زیرو نے ایک
 اور مفروضہ قائم کرتے ہوئے کہا۔

”صحرا میں ساز و سامان کا گم ہو جانا موت کا پیغام ہوتا ہے کالے

اطلاعاتی مرکز پہنچے۔ عمران نے اطلاعاتی مرکز کے انچارج کو دو تازہ دم اونٹ فراہم کرنے کیلئے کہا اور خود وہ نقشے اور رپورٹیں لے کر بیٹھ گیا جو کرنل نے اُسے فراہم کیے تھے اور جن کا وہ صبح سے دوبار پہلے بھی مطالعہ کر چکا تھا۔ اب اس کی توجہ کا مرکز وہ ممکنہ راستہ تھا جو سیکرٹ سروس نے محفوظ خیال کرتے ہوئے اختیار کیا تھا۔

”سراونٹ تیار ہیں!“ چند منٹ کے بعد صوبیدار نے عمران سے کہا۔

”اٹھو میاں طاہر صحرا نوردی کر کے دیکھ لیں!“ صوبیدار کی بات سن کر عمران نے بلیک زیرو سے کہا۔

”ہم دونوں جائیں گے؟“ بلیک زیرو سوالیہ لہجے میں بولا۔
 ”تمہارے لیے ضروری نہیں چاہو تو اس مرکز میں ٹھہر سکتے ہو!“ عمران اب خاصا سنجیدہ ہو رہا تھا۔

”میرا خیال تھا کہ ایک آدمی پیچھے چھوڑ دیا جائے جو کوئی ناگہانی صورت پیدا ہونے پر فوری مدد وغیرہ کا چکر چلا سکے!“ بلیک زیرو وضاحت کرتے ہوئے بولا۔

”بات تو تمہاری ٹھیک ہے اگر دونوں پھنس گئے تو مدد کے لیے آئیوا بھی کوئی نہ ہوگا..... تو پھر یوں کرتے ہیں کہ میں اکیلا جاتا ہوں اور ٹرانسمیٹر پر تم سے مسلسل رابطہ رکھوں گا!“ عمران نے بلیک زیرو کی تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔

”کیوں نہ میں جاؤں اور آپ یہاں رہ کر نگرانی کریں!“ بلیک

زیرو نے نئی تجویز پیش کی۔

”کیوں..... کیا صحرا میں تلاش کا کام مجھ سے نہ ہو سکے گا آخر صحرا نورد اعظم قیس صاحب سے سلسلہ نسب ملا رکھا ہے ہم نے!“ عمران کی عادت تھی کہ کام شروع کرنے سے قبل ہر قسم کے ذہنی دباؤ سے نجات حاصل کر لیا کرتا تھا۔

”نہیں..... میرا مطلب یہ تھا کہ اگر وہ لوگ راستے کے قرب و جوار میں نہ ملے تو میں آپ کو اطلاع کر دیتا یا دوسری صورت میں مجھے ہی پیش آئیوا لے کسی بکھیڑے میں آپ مدد و ہنمائی کا کام بہتر طور پر کر سکتے ہیں!“ بلیک زیرو نے مزید وضاحتی لہجے میں جواب دیا۔
 ”اچھا..... ٹھیک ہے پھر تیار ہو جاؤ!“ عمران رضا مندی ظاہر کرتے ہوئے بولا۔

صبح صادق کا آغاز ہوا چاہتا تھا۔ خنکی کی وجہ سے صحرا خاصا ٹھنڈا رہا تھا۔ اور بلیک زیرو اسی درے سے باہر نکل رہا تھا جس کے ذریعے سیکرٹ سروس نے سرحد عبور کی تھی۔ آخری لمحوں میں پروگرام بدل جانے کی وجہ سے عمران خود تو ساتھ نہ آیا تھا لیکن اس نے اپنا اونٹ اور پانی کے دو بڑے مشکیزے اور کچھ کھانے کا سامان لا کر اس کے ہمراہ کر دیا تھا۔ انتہائی طاقتور ٹیلی سکوپ کی مدد سے وہ دائیں بائیں دور و نزدیک تک سیکرٹ سروس کے ارکان کو تلاش کرنے کی کوشش کے ساتھ مسلسل آگے بڑھ رہا تھا۔ کئی گھنٹے کسی خاص واقعے کے بغیر گذر گئے سورج نکلے تین چار گھنٹے گذر چکے تھے اور صحرا اب تیزی سے گرم

ہونا شروع ہو گیا تھا۔ دائیں بائیں دیکھتے ہوئے وہ مسلسل آگے بڑھ رہا تھا اور یہ سوچ سوچ کر ہلکان ہو رہا تھا کہ اگر سیکرٹ سروس واقعی اپنے ساز و سامان سے ہاتھ دھو بیٹھی ہے تو اس لق و دق صحرا میں اس کا کیا حال ہوا ہو گا یہ سوچ کر ہی اس کا خون خشک ہونے لگا۔ انہی خیالات میں گم وہ مسلسل آگے بڑھتا رہا گرد و پیش سے باخبری کے لیے وہ چوکنہ نظروں سے چاروں جانب دیکھتا جاتا۔ اب تک اُس کی کسی سرحدی محافظ سے بھی کوئی مد بھیڑ نہ ہوئی تھی۔ ٹیلوں کی اونچائی اب خاصی بلند ہو گئی تھی۔ کبھی کبھی وہ کسی ٹیلے کے اوپر چڑھ جاتا اور گرد و پیش کا جائزہ لیتا اور پھر جو سفر ہو جاتا۔

دن کے دس بجنے والے تھے اور وہ اب تک عمران کو دو مرتبہ اپنی مسلسل ناکامی کی اطلاع دے چکا تھا۔ اب تو وہ خود بھی خاصا مایوس اور دلگرفتہ نظر آ رہا تھا۔ سیکرٹ سروس گدھے کے سر سے سینگوں کی طرح غائب ہو چکی تھی۔

عمران اپنی فوجی جیب کو تیزی سے بل کھاتے ہوئے ٹیلوں کے درمیان دوڑا رہا تھا۔ اس کے ساتھ اگلی نشست پر مواصلاتی مرکز کا انچارج صوبیدار ولی محمد بیٹھا تھا جو عرصہ چھ سال سے یہاں متعین ہونے کی وجہ سے صحرا کے چپے چپے سے واقف تھا۔ دن کے گیارہ بجے کے قریب بلیک زیرو کی طرف سے مسلسل ناکامی کی اطلاع پر عمران نے خود حرکت میں آنے کا فیصلہ کیا اور اطلاعاتی مرکز میں ہنگامی بنیادوں پر کام میں لانے کے لیے موجود طاقتور انجن والی فوجی جیب کے ذریعے سیکرٹ سروس کی تلاش کا پُر خطر فیصلہ کر لیا۔

”صحرا میں دن کا سفر خاصا کٹھن ثابت ہوتا ہے اور خاص طور پر راجستھان کے اس سیکٹر میں تو صحرائی طوفان بھی بہت آتے ہیں!“ صوبیدار ولی محمد مہر سکوت توڑتے ہوئے بولا

”کل بھی کوئی طوفان آیا تھا!“ عمران نے پوچھا جو شاید خود بھی

طویل خاموشی سے تنگ آ گیا تھا۔

”کافرستانی فوج میں موجود ہمارے ایک جاسوس نے خبر دی تھی کہ کل گیارہ بجے کے قریب صحرائی آندھی بڑے زور سے چلی تھی جس سے کافرستانی فوج کے پانچ ٹینک ریت میں دب گئے!“ صوبیدار سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے بولا۔

”ریت میں دب گئے؟“ عمران نے کہا۔

”جی ہاں..... صحراؤں میں جب زور کی آندھی چلتی ہے تو اپنی زد میں آنیوالے ٹیلوں کو بعض اوقات دوسری جگہ منتقل کر دیتی ہے۔ اور اتفاقاً ایسا ہوا کہ ٹیلہ اُسی جگہ بننا شروع ہو گیا جہاں ٹینک کھڑے تھے۔ چونکہ یہ عمل بہت تیز ہوتا ہے اس لئے کافرستانی کوئی احتیاطی تدبیر نہ کر سکے ہوں گے! صوبیدار نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”اوہ ہاں یہ بات تو میں بھول ہی گیا تھا!“ عمران نے کہا۔

سینکڑوں میلوں میں پھیلے ہوئے صحرائیں پہلی کا پٹر کے بغیر چھ سات آدمیوں کو تلاش کرنا بجائے خود ایک انوکھی بات تھی۔ باتوں باتوں میں خاصا وقت کٹ گیا اور اب وہ کافرستانی علاقے میں چار کلومیٹر اندر سفر کر رہے تھے۔ ٹیلوں کی بناوٹ اب کافی پیچیدہ ہو گئی تھی اس لئے عمران کو جیب ڈرائیو کرنے میں خاصی مشکل پیش آرہی تھی۔ چونکہ گاڑی کا انجن اور پیسے خصوصی صحرائی ساخت کے تھے اس لئے وہ ان پر پیچ اور دشوار گزار راستوں میں بھی خاصی کامیابی سے محو سفر تھے۔

اچانک ڈیش بورڈ پر پڑے ہوئے ٹرانسمیٹر میں سے تیز سیٹی کی آواز نکلنے لگی اور عمران اور صوبیدار کی باتوں کا سلسلہ یکدم منقطع ہو گیا۔ عمران نے ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔ چند لمحوں بعد بلیک زیرو کی مدھم آواز ابھری۔

”بلیک زیرو سپیکنگ ہوا آران دی لائن اور!“

”عمران اینڈنگ یو طاہر کیا حال ہے سیکرٹ سروس کا کوئی پتہ چلا اور!“ عمران نے جواب دیا۔

”عمران صاحب.....!“ بلیک زیرو نے کچھ کہنا چاہا لیکن اُسی لمحے ٹرانسمیٹر کا رابطہ منقطع ہو گیا۔ بلیک زیرو کی طرف سے ٹرانسمیٹر آف کر دیا گیا تھا۔ عمران خاصا پریشان ہو رہا تھا بلیک زیرو کی طرف سے رابطے کا اچانک منقطع ہو جانا کسی نئے خطرے کی علامت تھا۔ عمران نے سوچا کہ کہیں بلیک زیرو بھی دشمن سے نہ ٹکرا گیا ہو۔ یہ خیال آتے ہی اُس کی بھنویں تن گئیں۔ ٹرانسمیٹر پر بلیک زیرو کی آواز بالکل واضح سنائی دے رہی تھی جس سے عمران کو یہ اندازہ لگانے میں دیر نہ لگی کہ یہ کال چند کلومیٹر کے فاصلے ہی سے کی گئی ہے۔

”صوبیدار صاحب سیٹوں کے درمیان سے کھلونے نکال لیں

میرے خیال میں آتش بازی کا مرحلہ قریب آ گیا ہے!“ عمران نے سپاٹ لہجے میں صوبیدار ولی محمد سے کہا اور اس کے ساتھ ہی جیب کی رفتار میں اضافہ کر دیا۔ صوبیدار نے دو ہلکی مشین گنیں اور کچھ ہینڈ گرنیڈ

نکالے ایک مشین گن کو ڈیش بورڈ پر رکھا اور چند گرنیڈ عمران کی جیبوں میں منتقل کر دیئے۔ کچھ گرنیڈ اپنی جیبوں میں ڈالنے کے بعد صوبیدار نے دوسری مشین گن ہاتھوں میں پکڑی اور تن کر بیٹھ گیا۔ جیپ فرائے بھرتی ٹیلوں پر اوپر نیچے اچھلتی بھاگی جا رہی تھی۔

بلیک زیرو کے کان تیز صحرائی ہوا کی سائیں سائیں کے علاوہ کوئی دوسری آواز سننے کو ترس گئے تھے۔ اب اس کی مایوسی نا اُمیدی میں بدل رہی تھی۔ لیکن وہ ہمت ہارنے والوں میں سے نہ تھا۔ عمران اور سیکرٹ سروس کے ساتھ آخری سانس تک لڑنے کی تربیت اس کی ہمت بندھا رہی تھی۔ چلتے چلتے یکدم بلیک زیرو نے محسوس کیا کہ سائیں سائیں کی آواز میں تبدیلی سی پیدا ہو گئی ہے۔ شاید یہ ٹیلوں کی بناوٹ میں فرق کی وجہ سے ہے اُس نے سوچا۔ تب اُس نے صحرا کے اس حصے کے خدو خال کا جائزہ لینے کے لیے ایک بار پھر چاروں جانب نگاہ دوڑائی اچانک بائیں طرف ایک ٹیلے پر کھڑے ہوئے تین آدمیوں کو دیکھ کر وہ ٹھٹھک گیا جو ہاتھ ہلا ہلا کر اُسے اپنی طرف متوجہ کرنا چاہ رہے تھے لیکن فاصلہ زیادہ ہونے کی بنا پر اُن کی آواز اُس تک نہیں پہنچ رہی تھی۔

”یہی سیکرٹ سروس کے ارکان ہیں مگر تین؟ بلیک زیرو نے سوچا اور پھر اُس نے اپنا رخ بدلا اور اونٹوں کو ہانک کر تیزی سے اُس ٹیلے کی طرف بڑھا جہاں کھڑے آدمیوں کو پہچاننا فی الحال کافی مشکل تھا۔ کیونکہ اس نے اپنی ٹیلی سکوپ فوراً اچھپالی تھی۔ ذرا نزدیک پہنچ کر بلیک زیرو، صفدر، کیپٹن ٹھکیل اور تنویر کو پہچان چکا تھا اُس نے دل ہی دل میں اپنا تعارف ایک کافرستانی صحرائی باشندے کی حیثیت سے کرانے کا فیصلہ کر لیا جوں ہی وہ ٹیلے کے قریب پہنچا صفدر چلایا۔

”پانی..... پانی ہے تمہارے پاس؟“

”ہاں!“ مقامی لہجے میں ہاں کہہ کر بلیک زیرو اونٹ سے اُترا اور صفدر کے اشارے پر اُس کے پیچھے ٹیلے کی دوسری طرف چل پڑا۔ وہاں جولیا، نعمانی، چوہان اور صدیقی کو ہوش و حواس سے بیگانہ دیکھ کر وہ ٹھٹھکا اور جلدی سے اونٹوں کو بٹھا کر اُس نے ایک مشکیزہ کھولا اور جولیا، نعمانی، صدیقی اور چوہان کے منہ پر چھینٹے مارنے لگا لیکن وہ ٹس سے مس نہ ہوئے صفدر نے گھبرا کر باری باری اُن کی نبض پر ہاتھ رکھا اور مطمئن انداز میں سر ہلادیا۔ بلیک زیرو سمجھ گیا کہ وہ خطرے کی حد سے باہر تھے۔ اور پھر جب اُس نے کافی مقدار میں پانی اُن چاروں پر انڈیا تو قیامت خیز گرمی سے یکدم نجات ملنے پر چاروں تھوڑی دیر کے لیے کسمائے۔ انہیں حرکت میں آنا دیکھ کر سب کی جان میں جان آئی تب بلیک زیرو نے صفدر، کیپٹن ٹھکیل اور تنویر سے کہا۔

”اب آپ بھی پانی پی لیں آپ کے ساتھی ابھی ہوش میں

آ جاتے ہیں!“

صفدر اور کیپٹن ٹھکیل نے مشکیزے ہی سے منہ لگا کر سیر ہو کے پانی پیا مگر بلیک زیرو یہ دیکھ کر متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا کہ تنویر نے پانی پینے سے انکار کر دیا تھا صفدر، کیپٹن ٹھکیل اور بلیک زیرو نے بطور نووارد بہت زور لگایا مگر تنویر کی ایک ہی رٹ تھی کہ جب تک جولیا، نعمانی، صدیقی اور چوہان ہوش میں آ کر پانی نہیں پی لیتے میں بھی نہیں پیوں گا۔ تنویر کی ضد کے سامنے ہتھیار ڈالتے ہوئے بلیک زیرو نے صفدر اور کیپٹن ٹھکیل سے مل کر ان چاروں کو ہوش میں لانے کی ترکیب لڑانا شروع کر دی۔

بلیک زیرو نے مشکیزے میں موجود باقی تمام پانی اُن چاروں پر انڈیل دیا اور بالآخر چند لمحوں کے بعد چوہان پھر نعمانی، جولیا اور صدیقی نے بھی آنکھیں کھول دیں۔ بلیک زیرو جلدی سے دوسرا مشکیزہ بھی اُتار لایا اور پھر ان چاروں کو پانی پلایا گیا۔ اس کام سے فارغ ہو کر صفدر اور کیپٹن ٹھکیل، تنویر کی طرف متوجہ ہوئے تو یہ دیکھ کر ایک بار پھر سب ہراساں ہو گئے کہ اُس وقت تک تنویر بھی بے ہوش ہو چکا تھا۔ پھر وہ سب تنویر کو ہوش میں لانے کے جتن میں مصروف ہو گئے۔ جب تنویر نے ہوش میں آتے ہی اپنے ساتھیوں کی خیریت دریافت کی تو بلیک زیرو تنویر کی عظمت کا ایک بار پھر قائل ہو گیا۔

اب جبکہ سیکرٹ سروس کے ارکان باقاعدہ طور پر ہوش میں آئے تھے انہیں بلیک زیرو کا تعارف حاصل کرنے کا خیال آیا۔ بلیک زیرو

نے ایک فرضی سی کہانی گھڑی اور ممبرز کو بتایا کہ اس کا نام دیوداس ہے اور اُس کی بستی یہاں سے تین چار کلو میٹر کے فاصلے پر ہے جہاں طویل عرصے کی خشک سالی کی وجہ سے پانی کا ذخیرہ ختم ہو گیا ہے اس لیے وہ ایک دوسری بستی کے قریب موجود تالاب سے جسے مقامی زبان میں ”ٹوبہ“ کہتے ہیں پانی لا رہا تھا کہ اُس کی نظر ان پر پڑی اور وہ اُن کی مدد کے خیال سے ادھر آ گیا۔

صفر نے بلیک زیرو کی امید کے عین مطابق جواب آس غزل کے طور پر کہانی گھڑی اور بتایا کہ کس طرح وہ لوگ جیسلمیر سے شکار کھیلنے آئے تھے کہ صحرائی آمدگی میں ان کے اونٹ اور ساز و سامان گم ہو گیا۔ بلیک زیرو اس عجیب و غریب پتہ پر زریب مسکرا دیا کہ یہ لوگ اُس شخص سے اپنا آپ چھپا رہے ہیں جو سب کچھ جانتا ہے پھر بلیک زیرو نے زاوراہ کے طور پر موجود کھانا انہیں لا کر دیا اور خود حاجت ضروریہ کے بہانے اُٹھا اور اپنے اونٹوں کے قریب سے گزرتا ہوا سیکرٹ سروس کے ارکان کی آنکھ بچا کر لانگ ریج ٹرانسمیٹر اُٹھا لایا تاکہ عمران کو ممبران کی خیریت کی اطلاع دے سکے۔

ایک ٹیلے کی آڑ میں جا کر بلیک زیرو نے ٹرانسمیٹر کو زمین پر رکھا اور اس کی فریکوئنسی سیٹ کرنے لگا۔ ٹرانسمیٹر کو آن کرنے میں چند لمحوں کے بعد اس پر سائیں سائیں کی آواز گونجتی رہی پھر اچانک یہ آواز آنا بند ہو گئی تو بلیک زیرو نے آہستہ سے کہا۔

”بلیک زیرو سپیکنگ ہو آ ر آن دی لائن اور!“

”عمران انٹینڈنگ یو طاہر کیا حال ہے سیکرٹ سروس کا کوئی پتہ چلا؟“ ٹرانسمیٹر میں سے عمران کی آواز ابھری۔

”عمران صاحب.....!“ بلیک زیرو کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اُسے پشت پر کسی کی موجودگی کا احساس ہوا جب اُس نے مڑ کر دیکھا تو پوری سیکرٹ سروس انتہائی جوش کے عالم میں بھاگی چلی آ رہی تھی وہ ہڑبڑا کر اُٹھ کھڑا ہوا۔ اگرچہ اس اچانک افتاد پر وہ فوری طور پر نروس ہو گیا تھا تاہم وہ ٹرانسمیٹر کا بٹن آف کرنا نہیں بھولا تھا جواب اُس کے قدموں میں پڑا تھا۔

”دیوداس جی یہ ڈبہ سا کیا چیز ہے؟“ قریب آتے ہی تنویر بھرپور طنز یہ لہجے میں بولا۔

اور جواب میں بلیک زیرو نے خاموش رہنے میں ہی عافیت سمجھی وہ سوچ رہا تھا کہ سابقہ کہانی کے پس منظر میں اب کیا وضاحت پیش کرے۔ ابھی وہ انہی خیالات کا تانا بانا جوڑنے میں مصروف تھا کہ کیپٹن کھلیل بولا وہ خاصا گرم ہو رہا تھا۔

”تم بتاتے کیوں نہیں کہ یہ کس سے راز و نیاز ہو رہے تھے!“ اس وقت تک بلیک زیرو خاصا سنبھل چکا تھا۔ پتہ چلنے کے مطابق اُس نے کہنا شروع کیا۔

”تمہیں اس سے مطلب نہیں ہونا چاہیے کہ میں کون ہوں بلکہ اگر تم صحرا سے زندہ سلامت نکلتا چاہتے ہو تو تمہیں میری راہنمائی میں چلنا ہوگا!“ بلیک زیرو نے جان بوجھ کہنا صحرا نہ انداز اختیار کیا تھا کیونکہ

وہ جان چکا تھا کہ جلد یا بدیر اُسے خود کو بطور ایکسٹو ظاہر کرنا پڑے گا۔ اس لیے وہ چاہتا تھا کہ یہ بات چیت بعد میں ایکسٹو کے لیے کسی بے وقاری کا باعث نہ ہو لیکن تنویر کو شاید یہ انداز زیادہ ہی کڑوا لگا تھا اس لیے وہ بھنائے ہوئے لہجے میں بولا۔

”مطلب تو تمہیں اب ہم بتائیں گے!“ یہ کہہ کر اُس نے بلیک زیرو پر چھلانگ لگا دی لیکن بلیک زیرو نے صحرا کے ہاتھوں نڈھال ساٹھی کے ساتھ فن کے مظاہرے کو پسند نہ کیا اور یہی سوچا کہ اب اُسے خود کو ظاہر کر دینا چاہیے تب وہ ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں بولا۔

”تنویر یہ تم کیا کر رہے ہو!“

یہ الفاظ سیکرٹ سروس کے ارکان کیلئے ایٹم بم کے دھماکے سے کم نہ تھے۔ تمام ارکان ساکت ہو کر رہ گئے کسی کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ دیوداس ایکسٹو ہو سکتا ہے۔ جب اس جھٹکے کے اثرات کچھ کم ہوئے تو تمام ممبران یکدم بول اُٹھے۔

”سس..... سس سر..... سوری..... وی آر ویری سوری!“ اُن کے منہ سے الفاظ بھی اب ٹھیک طرح ادا نہیں ہو رہے تھے۔ اب بلیک زیرو نے ہی حالات کو سنبھالا دینا تھا کیونکہ ممبرز کے سوچنے سمجھنے کی تمام صلاحیتیں اس جھٹکے نے زائل کر دیں تھیں۔ اس لیے اُس نے اپنے مخصوص لہجے میں کہا۔

”صفر یہ ٹرانسمیٹر اٹھالاؤ!“

صفر نے ٹرانسمیٹر اٹھایا اور سیکرٹ سروس کے باقی ارکان اُس

کے ہمراہ ایکسٹو کے پیچھے چل دیے۔ اونٹوں کے قریب پہنچ کر بلیک زیرو نے ممبرز کو فوراً کوچ کی تیاری کا حکم دیا۔ قبل اس کے کہ وہ لوگ واپس روانہ ہوتے بلیک زیرو کو خیال آ گیا کہ عمران کو رپورٹ تو ادھوری رہ گئی تھی وہ بیچارہ رابطے کے اچانک منقطع ہو جانے پر ناحق پریشان ہو رہا ہوگا۔ یہ خیال آتے ہی بلیک زیرو نے صفر کو ٹرانسمیٹر لانے کو کہا۔ صفر نے ٹرانسمیٹر لا کر رکھا اور اُس نے عمران کی مخصوص فریکوئنسی سیٹ کی اور ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔ ٹرانسمیٹر سے چند لمحے سائیں سائیں کی آواز آتی رہی جوں ہی یہ آواز ختم ہوئی اور رابطہ قائم ہوا تو بلیک زیرو نے اس خیال سے کہ عمران کہیں اُسے ظاہر یا بلیک زیرو کہہ کر مخاطب نہ کر بیٹھے فوراً کہنا شروع کیا۔

”ایکسٹو کالنگ..... جو آر آن دی لائن اور!“

بلیک زیرو کا یہ کہنا تھا کہ رابطہ فوراً ختم ہو گیا دوسری طرف کا ٹرانسمیٹر آف ہو چکا تھا۔ چند لمحات کے لیے تو بلیک زیرو بھی پریشان ہو گیا کہ عمران پر کیا آفت آن پڑی ہے کہ اُس نے رابطہ ختم کر دیا۔ بلیک زیرو نے دوبارہ کوشش کی لیکن دوسری طرف سے اُس کی کال کو کسی نے بھی اینڈ نہ کیا۔ اس خدشے کے پیش نظر کہ کہیں عمران کا ٹرانسمیٹر دشمنوں کے ہاتھ نہ لگ گیا ہو اُس نے فوراً کوچ کا حکم دے دیا۔

بلیک زیرو نے بطور ایکسٹو ممبرز کو ہدایت کی کہ سب باری باری اونٹوں پر سوار ہوں گے۔ ایک اونٹ پر کچھ ساز و سامان لدا ہوا تھا اس

لیئے اُس پر صرف ایک آدمی بیٹھ سکتا تھا چنانچہ جولیا کو اُس پر بٹھایا گیا صدیقی اور نعمانی دوسرے اونٹ پر سوار ہو گئے اور واپسی کا سفر شروع ہو گیا۔ بلیک زیرو آگے آگے تھا اور اُس کے پیچھے صفدر، کیپٹن ٹھیل، تنویر اور چوہان تھے۔ چوہان نے جولیا کے اونٹ کی مہار پکڑ رکھی تھی۔ اور نعمانی و صدیقی کے اونٹ کی مہار جولیا کے اونٹ سے باندھ دی گئی تھی۔ یہ ہارا ہوا قافلہ اب واپس پاکیشیاء کی طرف رواں دواں تھا۔ صحرا کے ہاتھوں ٹکست کھا کر سیکرٹ سروس خاصی بھیجی بھیجی سی نظر آرہی تھی۔

لیفٹیننٹ جنرل اشوک کمار اپنے دفتر میں بیٹھا حسب معمول مختلف فائلوں کا مطالعہ کر رہا تھا کہ اردلی کمرے میں داخل ہوا اور کہنے لگا سر کرنل ارجن آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔
 ”بلاؤ!“ جنرل اشوک نے سر اٹھاتے ہوئے کہا۔ اردلی کو گئے چند لمحوں بھی نہ گزرے تھے کہ کرنل ارجن کمرے میں داخل ہوا۔ اُس کا سانس پھول رہا تھا اور خوشی و مسرت نے مل کر اُس کے چہرے کی سرخی میں اضافہ کر دیا تھا۔ یقیناً یہ کوئی کامیابی کی خبر لایا ہوگا۔ جنرل اشوک نے سوچا۔

”کھٹاک!“ کرنل نے آتے ہی سیلوٹ جھاڑا۔
 ”ہیلو کرنل کہو کیسے آنا ہوا!“ جنرل اشوک نرم لہجے میں بولا۔
 ”سر میں نے آپ کی ہدایت کے مطابق اپنے جوانوں کو سویلیین صحرائی لباس میں گشت پر روانہ کیا تھا۔ وہ ابھی ابھی سات اونٹوں کو گھیر

کر لائے ہیں۔ جن پر مختلف قسم کا سفری سامان لدا ہوا ہے پہلے تو میں انہیں عام سمٹکروں کے اونٹ سمجھا مگر جب ہم نے سامان کی تلاشی لی تو اُس میں سے سمٹنگ کے مال کے ساتھ ساتھ جدید ترین مشین گنیں ٹائم بم، ہینڈ گرنیز اور ڈائنامیٹ وغیرہ برآمد ہوئے۔ اس کے علاوہ ایک اونٹ پر سے لانگ ریج کا انتہائی جدید ترین ٹرانسمیٹر بھی برآمد ہوا ہے۔ یقیناً یہ سب سامان پاکیشیائی کمانڈوز کا ہے جن کا آپ نے کل ذکر کیا تھا اور میرا خیال ہے کہ سچ آنیوالی آندھی میں وہ اپنے سازو سامان سے بچھڑ گئے ہوں گے!“ کرنل ارجن پر جوش لہجے میں تفصیل بتاتے ہوئے بولا۔

یہ سن کر کہ پاکیشیائی کمانڈر یہاں تک پہنچ چکے ہیں جنرل اشوک پر ہچان سا طاری ہو گیا اور وہ تیز لہجے میں بولا۔

”کرنل تمھاری کارکردگی بہت اچھی جا رہی ہے۔ تم فوراً جس طرح بھی ممکن ہو سکے ان لوگوں کو ڈھونڈ نکالو وہ لازماً ابھی تک صحرا میں ہی بھٹک رہے ہوں گے۔ انہیں گرفتار کرنے کے لیے تمھیں ہر وہ قدم اٹھانے کی اجازت ہے جسے تم اس سلسلے میں ضروری خیال کرتے ہو!“

جنرل اشوک کے تحسین آمیز احکامات کو سنتے ہی کرنل ارجن فوراً واپس ہوا اور کچھ چلتا کچھ بھاگتا ہوا وہ واپس اپنے دفتر پہنچا۔ وہ بہت پر جوش لگ رہا تھا۔ دفتر پہنچتے ہی اُس نے اونٹوں کو پکڑ کر لانے والی گشتی پارٹی کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ چند لمحات کے اندر پندرہ

جوان الرٹ حالت میں حاضر خدمت ہو گئے۔

”تم سب ابھی ابھی دوبارہ اُسی علاقے میں گشت کے لیے جا رہے ہو جہاں سے تم لوگ اونٹ پکڑ کر لائے تھے!“ کرنل ارجن نے اُن کے پہنچتے ہی کہنا شروع کیا اور ایک لمحے کے توقف کے بعد سلسلہ کلام جاری رکھا۔

”اس دفعہ تم لوگ وردی پہن کر فوجی جیپوں پر جاؤ گے۔ ہر جوان کو علیحدہ علیحدہ جیپ اور ٹرانسمیٹر مہیا کیا جائے گا تم لوگوں نے شام ہونے سے پہلے اُس علاقے کا چپہ چپہ چھان مارنا ہے اور جونہی کمانڈو نظر آئیں انہیں گرفتار کر لو اگر وہ لوگ مزاحمت کی کوشش کریں تو یہاں ہیڈ کوارٹر میں اطلاع دو۔ ادھر ایک آدمی ہر لمحہ تم لوگوں کے پیغام کا منتظر رہے گا اور پیغام ملتے ہی مدد روانہ کر دی جائے گی اور مدد آنے تک تم لوگوں نے دشمن کو نظر میں رکھنا ہے!“ کرنل ارجن تفصیلاً حکمنامہ جاری کرتے ہوئے بولا۔

”لیس سر ہم سب تیار ہیں!“ تمام جوان یک زبان ہو کر بولے تھے۔ اور پھر فوراً ہی وائرلیس سیٹوں سے آراستہ پیٹرول کے فاضل ذخیرے کو ساتھ لیے پندرہ فوجی جیپیں وہاں پہنچ گئیں اور ہر جوان نے ایک جیپ کا انتخاب کیا اور ڈرائیوروں نے جیپوں کو آگے بڑھا دیا۔ ہر جیپ کے دونوں سوار پوری طرح مسلح تھے اور کرنل ارجن انہیں جاتا دیکھ کر بہت کچھ سوچے جا رہا تھا۔

”تو پھر ٹھیک ہے جولیا کو بیٹھا رہنے دیتے ہیں۔ اگلی باری پر میں اور تم تنویر اور چوہان کی جگہ لے لیں گے اور جولیا والے اونٹ پر ایکسٹو سوار ہو جائیں گے!“ صفدر نے کیپٹن ٹکیل سے مخاطب ہو کر آہستہ سے کہا اور جواب میں کیپٹن ٹکیل نے رضامندی کا اظہار کرتے ہوئے سر ہلا دیا۔ اور یوں یہ قافلہ ایک بار پھر سفر ہو گیا۔

ابھی وہ مزید چند سو میٹر کا فاصلہ طے کر پائے تھے کہ انہیں کسی گاڑی کے انجن کے گھر گھر کی آواز سنائی دی۔ سب نے چونک کر ایک دوسرے کی طرف دیکھا جلد ہی اُن کی اُلجھن دور ہو گئی دائیں جانب کے ایک ٹیلے کی اوٹ سے ایک فوجی جیپ نمودار ہوئی اور آہستہ آہستہ اُن کی طرف بڑھنے لگی۔ بلیک زیرو اس اچانک اُفتاد پر پریشان ہو گیا لیکن ممبران کے سامنے اس کے اظہار سے گریز کیا۔

جیپ اُن کے قریب پہنچ کر رُکی اور دو فوجی اُچھل کر باہر آ گئے۔ دونوں کے ہاتھوں میں مشین گنیں تھیں۔ مسلح فوجی مشین گنیں تانے اُن کی طرف بڑھے اُن میں سے ایک جس کے کندھے اُس کے صوبیدار ہونے کا پتہ دے رہے تھے زور سے دھاڑا۔

”ہالٹ!“

جواب میں بلیک زیرو خاموش کھڑا رہا ممبرز نے جب یہ دیکھا کہ ایکسٹو نے ہاتھ نہیں اُٹھائے تو انہوں نے بھی یہ خیال ترک کر دیا۔

”سانہیں تم لوگوں نے!“ اب کے صوبیدار کا ساتھی بولا تھا۔

”سنا تو ہے سائیں پر سمجھ میں نہیں آیا کہ صوبیدار جی کیا بولتا

بلیک زیرو کی سربراہی میں وہ چھوٹا سے قافلہ واپس پاکیشیائی سرحد کی طرف بڑھ رہا تھا جب وہ لوگ کوئی دو کلومیٹر کا فاصلہ طے کر چکے تو بلیک زیرو چلتے ہوئے رُک گیا اور صفدر سے کہا کہ سوار لوگ اب پیدل چلیں اور دوسرے اُن کی جگہ لے لیں۔

فوراً ہی حکم کی تعمیل ہوئی اور صدیقی و نعمانی کی جگہ تنویر اور چوہان نے لے لی۔ چونکہ جولیا کے اونٹ پر کسی ایک کو بیٹھنا تھا اس لیے صفدر اور کیپٹن ٹکیل نے ایک دوسرے کو اشارہ کیا مگر دونوں میں سے کوئی بھی اس کے لیے تیار نہ ہوا۔ آنکھوں کے اشارے سے انھوں نے کوئی فیصلہ کیا اور صفدر جھجکتا ہوا بلیک زیرو کی طرف بڑھا اور کہنے لگا۔

”سر دوسرے اونٹ پر اب آپ سوار ہو جائیں!“

”نہیں میں یونہی ٹھیک ہوں پہلے تم لوگ باری باری سوار ہوتے

جاؤ!“ بلیک زیرو نے ایکسٹو کے مخصوص لہجے میں جواب دیا۔

ہے!“ بلیک زیرو نے خالصتا مقامی لہجے میں کہا اور ممبرز ایکسٹو کی ذہانت پر عیش عیش کر اٹھے کہ اُس نے خود کو جاہل صحرائی باشندہ ثابت کرنے کے لیے پہلی سیڑھی کامیابی سے عبور کر لی تھی۔ اگر وہ لوگ ہاتھ اٹھا دیتے تو فوجی فوراً سمجھ جاتے کہ یہ عام لوگ نہیں جیسی تو ہالٹ کا مطلب سمجھ کر ہاتھ اٹھا دیئے ہیں۔

”کون ہو تم اور کدھر سے آرہے ہو تمہیں پتہ نہیں یہ ممنوعہ علاقہ ہے!“ صوبیدار کا ساتھی بلیک زیرو کے جواب کو نظر انداز کرتے ہوا بولا۔

”سائیں میں تو ادھر بستی میں پانی لے جا رہا تھا کہ یہ صاب لوگ ملے جو پانی کی تلاش میں پیاس سے مرے جا رہے تھے میں نے انہیں پانی پلایا۔ یہ بولتا ہے کہ شہر سے شکار کھیلنے آیا تھا کہ یکدم لال آنکھی آگئی اور یہ لوگ اپنے ساز و سامان سے بچھڑ گئے!“ ایکسٹو نے مقامی لہجے کو برقرار رکھتے ہوئے جواب دیا۔

”اور اب ادھر سرحد کی طرف کیا لینے جا رہے تھے؟“ وہی آفیسر دوبارہ گرجا بلیک زیرو کے جواب سے شاید وہ مطمئن نہیں ہوا تھا۔

”وہ..... وہ سائیں یہ صاب لوگ بولتا تھا کہ ہمیں کسی چوکی تک پہنچا دو تا کہ واپسی کا کوئی انتظام کر سکیں!“ بلیک زیرو نے فوراً بہانہ گھڑا لیکن وہ سمجھ گیا تھا کہ جلد یا بدیر اُن کا راز کھل جائیگا اور اب اس کا ذہن تیزی سے اُس مصیبت سے نجات کی راہ تلاش کر رہا تھا کہ وہی آفیسر دوبارہ گرجا۔

”اس علاقے میں کچھ دشمن فوج گھس آئی ہے اور ہم اُسی کو تلاش کر رہے ہیں۔ تم سب کو ہمارے ساتھ ہیڈ کوارٹر چلنا ہوگا جب تک ہم پوری نسلی نہ کر لیں تم لوگوں کو واپسی کی اجازت نہیں مل سکتی!“ تمام ممبران خاموش تھے ایکسٹو کی موجودگی میں وہ کوئی قدم نہ اٹھا سکتے تھے اور بلیک زیرو بھی سوچ رہا تھا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ تھوڑا سا فن کا مظاہرہ ہو جائے۔

جوں ہی اُس نے صفدر اور کیپٹن ثکیل کو اشارہ کرنا چاہا جو اُس کے پیچھے کھڑے تھے۔ گھر گھر کی آواز دوبارہ سنائی دینے لگی اور پھر فوراً ہی ایک اور ٹیلے کی اوٹ سے ایک فوجی جیپ نمودار ہوئی اور تیزی سے پہلی کے قریب آ کر رُک گئی اُس جیپ میں سے بھی دو فوجی جوان ہاتھوں میں مشین گنیں اٹھائے نمودار ہوئے اور تیز قدم اٹھاتے ہوئے اُن کی طرف بڑھنے لگے۔ اب سیکرٹ سروس اور بلیک زیرو پوری طرح پھنس چکے تھے۔ بلیک زیرو کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کرے ایکسٹو کا وقار سخت خطرے میں تھا۔ قبل اس کے کہ نئے فوجی اُن کے قریب پہنچتے پہلا آفیسر سخت لہجے میں گرجا۔

”تم لوگوں کو ہمارے ساتھ ہیڈ کوارٹر چلنا ہوگا اور جب تک بریگیڈیئر صاحب کوئی حکم نہ دیں تم سب اپنے آپ کو اسیر سمجھو!“

اتنی دیر میں نووارد فوجی بھی قریب آ گئے اور اُن میں سے ایک جس کے کندھے اُس کے صوبیدار ہونے کی دلالت کر رہے تھے آگے بڑھا اور کھٹاک سے پہلے سے موجود آفیسر کو سیوٹ دے مارا اور اپنا تعارف

کراتے ہوئے بولا

”صوبیدار گوپی چند آف بی ایس ایف!“

جواب پہلے آفیسر نے بھی فوجی دستور کے مطابق ہلکے سے سیلوٹ کا

اشارہ دیا اور اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا

”کرنل وشال رائے آف سیکنڈ ڈیزرٹ کور!“

”سر ہمیں بھی کرنل ارجن صاحب نے شاید انہی لوگوں کی تلاش کا

حکم دیا تھا! صوبیدار گوپی چند نے جھجکتے ہوئے کہا۔

”اچھا..... کہاں سے آرہے ہو!“ کرنل وشال رائے حیرت کا

اظہار کرتے ہوئے بولا۔

”سر ہم جیسلمیر سے آرہے ہیں!“ صوبیدار گوپی چند نے جواب

دیا۔

”ہوں..... خیر میں انہیں بریگیڈیئر شکر دیال کے پاس بیکانیر

ہیڈ کوارٹر لے جا رہا ہوں!“ کرنل وشال رائے نے ملحقہ فوجی چھاؤنی کا

حوالہ دیتے ہوئے کہا۔

”سر ہمیں کرنل ارجن صاحب نے حکم دیا ہے کہ جنرل اشوک کا

فرمان ہے ان لوگوں کو گرفتار کر کے فوراً ان کے پاس لایا جائے ویسے

جیسے آپ مناسب سمجھیں!“ صوبیدار گوپی چند نے جھجکتے ہوئے کہا۔

”وہ تو ٹھیک ہے لیکن میں وائرلیس پر بیکانیر ہیڈ کوارٹر ان لوگوں

کی گرفتاری کی اطلاع دے چکا ہوں!“ کرنل وشال رائے نے سفید

جھوٹ بولتے ہوئے کہا۔

بلیک زیرو سمجھ گیا تھا کہ گرفتار شدگان پر لپٹے کے لیے دلوں

پارٹیوں میں سرد جنگ جاری ہے کرنل وشال رائے انہیں اپنے ساتھ

بیکانیر لے جانا چاہتا تھا تاکہ اس کا رنامے کا کریڈٹ اس کے نام ہو

جبکہ صوبیدار گوپی چند کی خواہش تھی کہ انہیں جیسلمیر لے جایا جائے

تاکہ انعام و کرام میں وہ بھی حصہ دار بن سکے خاص طور پر سیکرٹ سروس

کے نقطہ نظر سے یہ اختلاف خاصا مفید تھا۔

”جی سر جیسے آپ کی مرضی!“ صوبیدار گوپی چند بچھے ہوئے لہجے

میں بولا کیونکہ ایک تو وہ اُس وقت پہنچا تھا جب کرنل تمام لوگوں کو گرفتار

کر چکا تھا اور دوسرے وہ کرنل سے بہت جوئیر تھا اس لیے اصرار نہیں

کر سکتا تھا۔

”بھئی میں تمہارے لیے یہی کر سکتا ہوں کہ رپورٹ دیتے وقت

تمہارا ذکر بھی کردوں کہ گرفتاری میں جیسلمیر سے آنیوالی ایک پارٹی کا

بھی حصہ ہے اور تم لوگ نشانی کے طور پر ان لوگوں کے اونٹ اور

ٹرانسمیٹر بھی لے جاؤ۔ اس طرح میرا کام بھی آسان ہو جائے گا اور

میں ان کو تمہاری جیب میں سوار کرا کے اپنے سامنے رکھوں گا!“ کرنل

وشال رائے حوصلہ افزاء لہجے میں بولا۔

”جی..... جی سر..... جیسے آپ بہتر سمجھیں!“ صوبیدار گوپی چند من

مانگی مراد مل گئی تھی وہ خوش ہوتے ہوئے بولا۔

”چلو ادھر گاڑی میں بیٹھو خبردار جو ایسی ویسی حرکت کی تو ادھر صحرا

ہی میں زندہ گاڑ دوں گا!“ صوبیدار گوپی چند کی جیب کی طرف اشارہ

کرتے ہوئے کرنل وشال رائے نے ممبران کو مخاطب کر کے کہا۔
 بلیک زیرو اور سیکرٹ سروس نے یہ سوچتے ہوئے کہ چار کی بجائے
 دو سے ثبنا زیادہ آسان ہوگا چپ چاپ گاڑی کی طرف قدم
 بڑھادیئے۔

”اے لڑکی تم ادھر ہمارے ساتھ بیٹھو گی!“ کرنل وشال رائے نے
 جولیا سے مخاطب ہو کر کہا۔ بلیک زیرو، تنویر اور کیپٹن شکیل اور دوسرے
 ممبرز جولیا کو روک لینے جانے پر چلتے چلتے ٹھہر گئے انہیں رکتا دیکھ کر
 کرنل بلیک زیرو کو مخاطب کر کے کہنے لگا۔

”اوئے بابا لوگ تم بھی ادھر ہمارے ساتھ بیٹھنا!“

ممبرز یہ سوچ کر کہ اس کبخت کرنل کے ساتھ جولیا تنہا نہیں بلکہ
 ایکسٹو بھی ساتھ ہوگا جیپ میں جا بیٹھے ابھی وہ جیپ میں سوار ہوئے ہی
 تھے کہ کرنل ان کے قریب آیا اور سخت لہجے میں کہنے لگا۔

”تم ہمارے آگے آگے چلو گے اگر ذرا بھی گڑبڑ ہوئی تو تمہاری
 اس ساتھی کو ہم ادھر ہی گولی مار کر پھینک جائیں گے اور تم بھی آخر بچ
 کر کہاں جاؤ گے!“ صوبیدار گوپی چند گرفتار شدگان کو قابو میں رکھنے
 کے لیے کرنل وشال رائے کے طریق کار پر عیش عیش کر اٹھا۔

”اچھا مسٹر گوپی چند اب تم بھی کوچ کی تیاری پکڑو اور کرنل ارجن
 کو میرا سلام کہنا!“ کرنل وشال رائے نے اپنی گاڑی میں سوار ہونے
 سے قبل صوبیدار گوپی چند سے مخاطب ہو کر کہا جو اس شش و پنج میں تھا
 کہ وہ خود کو کامیاب سمجھے یا ناکام لیکن اس بات کا انحصار تو آئندہ پیش

آنے والے واقعات پر تھا۔

کرنل وشال رائے نے جیپ اشارٹ کی اور اُسے آگے بڑھا دیا
 ساتھ والی نشست پر اُس کا ساتھی صوبیدار پچھلی سیٹوں کی طرف مشین
 گن تانے بیٹھا تھا جہاں جولیا اور بلیک زیرو بیٹھے لمحہ بہ لمحہ بدلتی
 صورتحال پر غور کر رہے تھے۔

سیکرٹ سروس والی جیپ کی ڈرائیونگ سیٹ پر کیپٹن شکیل براجمان
 تھا۔ جیپ ہچکولے کھاتی آہستہ آہستہ کرنل کے بتائے ہوئے راستے پر
 محو سفر تھی۔ کرنل اپنی گاڑی میں ان لوگوں کے پیچھے پیچھے تھا۔ سیکرٹ
 سروس والی جیپ میں ممبرز آئندہ کے لیے لائحہ عمل پر بحث و تجویز میں
 مصروف تھے کہ یکدم انہیں احساس ہوا کہ پیچھے آنے والی کرنل کی
 جیپ غائب ہو چکی ہے کیپٹن نے فوراً بریک لگا دیئے اور اپنی گاڑی موڑ
 کر تیزی سے واپس ہوا جونہی ان کی جیپ نیلے کی اوٹ سے باہر نکلی
 انہیں کرنل کی گاڑی جنوب مغرب کی سمت میں فرار لے بھرتی دکھائی
 دی۔

”یہ حرام خور اب ادھر کہاں جا رہا ہے!“ تنویر بولا قبل اس کے کہ
 کوئی اُس کی بات کا جواب دیتا۔ کیپٹن شکیل نے بھی اپنی گاڑی کرنل
 کے پیچھے ڈال دی اور پھر دونوں گاڑیاں آگے پیچھے ریت اڑاتی ہوا
 سے باتیں کرنے لگیں۔ سیکرٹ سروس کے تمام ممبرز اپنی اپنی زبان میں
 کرنل وشال رائے کو صلواتیں سنارہے تھے جو ایکسٹو اور جولیا کو لے
 کر ان کے ہاتھوں سے نکل رہا تھا۔

سورج غروب ہو رہا تھا اور صحرا کی شام کا یہ دوسرا نظارہ اُن کے لیے بالکل مختلف حالات لے کر آیا تھا۔ کیپٹن کلیل نے بہت کوشش کی کہ وہ کسی طرح اگلی گاڑی تک پہنچ جائے مگر بے سود۔ کرنل کی گاڑی شاید خاصی طاقتور تھی اور اب اُن کے اور کرنل کے درمیان فاصلہ آہستہ آہستہ بڑھنے لگا تھا۔

”یہ سور کی اولاد اب کہیں غائب ہی نہ ہو جائے!“ تنویر سے جب نہ رہا گیا تو وہ پھر بول پڑا۔

”کیپٹن کچھ رفتار بڑھاؤ وہ تو نظروں سے اوجھل ہوتا جا رہا ہے!“ صفدر کہنے لگا۔

”گاڑی فل سپیڈ پر جا رہی ہے اس سے زیادہ مشکل ہے!“ کیپٹن کلیل مایوسانہ لہجے میں بولا۔

پندرہ بیس منٹ اسی آنکھ مجھولی میں گذر گئے۔ کرنل کی جیب کبھی

انہیں نظر آتی اور کبھی نظروں سے اوجھل ہو جاتی۔ بہر حال کچھ بھی ہو کرنل ذہانت کا پیکر معلوم ہوتا تھا اُس نے انسانی نفسیات کے تحت سیکرٹ سروس کو اپنی مرضی کی جگہ لے جانے کے لیے ایک انتہائی انوکھا پلان مرتب کیا تھا۔ اگر وہ سیدھے سادھے انداز میں انہیں پکڑ کر اپنی نگرانی میں لے کر چلتا تو کب کا مار کھا چکا ہوتا۔

اس وقت سیاہی روشنی کو اپنی لپیٹ میں لے رہی تھی کیپٹن نے اپنی گاڑی کی ہیڈ لائٹس آن کر دی تھیں۔ کرنل کی جیب تقریباً چھ سات منٹ سے بالکل نظر نہ آئی تھی اور سیکرٹ سروس والوں کو کسی بات کا ہوش نہ تھا کہ وہ کہاں سفر کر رہے ہیں اور کدھر جا رہے تھے بلکہ وہ صرف اور صرف اگلی گاڑی کا پیچھا کرنے میں مصروف تھے جو اندھیرا پھیل جانے کی وجہ سے گدھے کے سر سے سینگوں کی طرح گم ہو گئی تھی۔

کرنل کی جیب کے ثائروں کے نشانوں کی مدد سے نصف گھنٹے کے جان لیوا تعاقب کے بعد انہیں اپنی گاڑی کی ہیڈ لائٹس کی روشنی میں دور ایک شخص کھڑا نظر آیا ہوا ہے باتیں کرتی ہوئی جیب فوراً ہی اُس کے قریب پہنچ گئی اور یہ دیکھ کر وہ شخص کرنل وصال رائے ہے سب نے اطمینان کا سانس لیا۔ کیپٹن کلیل نے فوراً بریک لگائے تو ممبران اگلا پچھلا حساب بے باک کر دینے کی نیت سے جلدی جلدی نیچے اُترنے لگے۔

”کدھر ہیں وہ آدمی اور لڑکی!“ کیپٹن کلیل آگے بڑھتے ہوئے

بولا۔

”اگر میں نہ بتاؤں تو؟“ کرنل ویشال رائے جو ہاتھوں میں مشین گن تھا مے کھڑا تھا انتہائی پر غرور لہجے میں بولا۔
 ”تو..... تو ہم تمھاری ہڈیوں کا سرمہ بنادیں گے!“ اب صفدر بھی گرم ہو رہا تھا۔

”اچھا..... اچھا اب زیادہ بک بک کرنے کی ضرورت نہیں اُس لڑکی کو لے کر میرا ساتھی بریگیڈیئر صاحب کے پاس پہنچے ہی والا ہوگا اور پھر اس خوبصورت تختے پر بریگیڈیئر ہمیں مالا مال کر دے گا!“ کرنل ویشال رائے زہریلے لہجے میں بولا۔

”تم ہمارے ساتھ اُس بریگیڈیئر کے پاس چلو گے گندے کپڑے ورنہ.....!“ تنویر پھرے ہوئے لہجے میں بولا اور کرنل کی طرف بڑھنے لگا۔ جواب میں کرنل مشین گن تان کر پھاڑ کھانے والے لہجے میں بولا۔
 ”رُک جاؤ مسٹر ورنہ“ کی وضاحت بھی کرتے جاؤ!“

”اور وہ دوسرا آدمی ادھر ہے؟“ صفدر کرنل کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے بولا۔

”ہا ہا..... ہا ہا..... دوسرا آدمی..... اس بڑھے کو تو ہم نے راستے ہی میں گولی مار کر پھینک دیا تھا بڑی اکڑفوں دکھانے کی کوشش کر رہا تھا!“ کرنل تحقیر آمیز لہجے میں بولا۔

ایکسٹو کی موت..... یہ ایک ایسی خبر تھی جو سیکرٹ سروس پر بجلی بن کر مری تھی تمام ممبرز چند لمحوں کے لیے بے حس ہو کر رہ گئے اُن کی

سوچنے سمجھنے کی تمام صلاحیتیں مفقود ہو کر رہ گئی تھیں۔ ہر چند کہ وہ کرنل سے عددی برتری میں کئی گنا تھے مگر مشین گن سے مسلح شخص سے مقابلہ اور اُن کے پاس کوئی ٹوٹی چھری تک نہ تھی اوپر سے ایکسٹو کی موت کی خبر سے ان کے ہاتھ پاؤں سُن ہوئے جا رہے تھے۔

عمران کی پوری پوری کوشش تھی کہ وہی راستہ پکڑے جو پہلے سیکرٹ سروس اور بعد ازاں بلیک زیرو نے اختیار کیا تھا۔ فوجی جیپ میں خاصا بوجھل سا سکوت چھایا ہوا تھا۔ اچانک ٹرانسمیٹر پر سیٹی کی گونج دوبارہ سنائی دی اور عمران نے بے تابانہ انداز میں ہاتھ بڑھا کر ٹرانسمیٹر آن کر دیا۔ چند لمحوں کے بعد بلیک زیرو کی زندگی سے بھرپور آواز سنائی دی۔

”ایکسٹو کالنگ یو ہو آر آن دی لائن اور!“ اور عمران کو یہ اندازہ لگانے میں دیر نہ لگی کہ بلیک زیرو اس وقت سیکرٹ سروس کے درمیان ہے کیونکہ تنہا ہونے کی صورت میں اُسے بطور ایکسٹو بات کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی اور اگر وہ دشمنوں کے درمیان ہوتا تو بھی ایکسٹو ہونے کا اظہار اور وہ بھی غیروں کے سامنے کم از کم بلیک زیرو ایسا نہ کر سکتا تھا۔

عمران نے سوچا کہ بلیک زیرو کے قریب سیکرٹ سروس ہے اور خود

اُس کے ساتھ آر می کا صوبیدار..... اُسے کس لہجے میں بات کرنی چاہیے ابھی وہ اس مسئلے پر غور کر ہی رہا تھا کہ ایک دلچسپ خیال کوندے کی طرح اُس کے دماغ میں لہرایا اور اُس نے لپک کر ٹرانسمیٹر آف کر دیا۔

بلیک زیرو کی طرف سے کئی بار کال کی کوشش کی گئی مگر عمران نے اسے اٹینڈ نہ کیا اور فوراً ہی جیپ روک دی وہ بلیک زیرو اور سیکرٹ سروس کو تنگ کرنے کا پروگرام بنا چکا تھا۔ اپنے ساز و سامان میں سے اُس نے ایک میک اپ باکس نکالا اور صوبیدار کو قریب بٹھا کر اُس کا میک اپ کرنا شروع کر دیا چند منٹوں کے بعد جب وہ اس کام سے فارغ ہوا تو صوبیدار بیک مرر میں اپنا چہرہ دیکھ کر حیران رہ گیا۔

عمران نے اُسے پچھلی سیٹوں کے درمیان رکھے ہوئے بڑے سے بریف کیس میں سے کافرستان کی صحرائی فوج کی مخصوص یونیفارم نکالنے کو کہا۔ اس یونیفارم کے دس بارہ جوڑے وہ دار الحکومت سے آتے وقت ساتھ لایا تھا۔ ان میں سے دو اُس نے حفظِ ماتقدم کے طور پر گاڑی میں رکھ لیے تھے۔ صوبیدار کو وردیاں نکالنے کا کہہ کر عمران نے بیک مرر کے ذریعے اپنا میک اپ شروع کر دیا۔ وردیاں نکال کر صوبیدار اٹھا اور ڈرائیونگ سیٹ پر ایک اجنبی کو بیٹھے دیکھ کر یکدم ٹھٹھک سا گیا۔

”کیوں بھئی کیا ڈر گئے ا؟“ عمران جب اپنی اصل آواز میں بولا تو صوبیدار اس جادو کو سراہے بنا نہ رہ سکا کہ جس کے ذریعے وہ دونوں

چند لمحوں کے اندر کچھ سے کچھ بن گئے تھے۔

وردی پہن کر عمران اور صوبیدار بالکل کافرستانی فوجی لگ رہے تھے۔ عمران کرنل اور صوبیدار ولی محمد صوبیدار ہی کی یونیفارم میں تھا اس کام سے فارغ ہو کر دونوں گاڑی میں بیٹھے..... سفر ایک بار پھر شروع ہو گیا لیکن روانہ ہونے سے پہلے وہ جیپ پر کافرستانی افواج کے مخصوص نشانات کے سکر لگانا نہیں بھولے تھے۔

چند منٹ کے مسلسل سفر کے بعد جونہی وہ ایک ٹیلے کے پہلو سے گزرے عمران کو دو اونٹوں اور اُن کے سواروں کی ہلکی سی جھلک نظر آئی۔ وہ فوراً ہی چکر کاٹ کر ٹیلے کے دوسری طرف پہنچا وہ چھوٹا سا قافلہ اب اُس کے سامنے تھا عمران نے قریب پہنچ کر گاڑی روک دی عمران اور صوبیدار دونوں چھلانگ لگا کر گاڑی سے اترے اور اپنی اپنی مشین گنیں تان کر سیکرٹ سروس پر مشتمل قافلے کی طرف بڑھنے لگے صوبیدار کو وہ پہلے ہی بتا چکا تھا کہ اُسے کیا کرنا ہے قریب پہنچ کر صوبیدار دھاڑا۔
”ہالٹ!“

اور جواب میں سب لوگ خاموش کھڑے رہے۔ تمام ممبرز بلیک زیرو کی طرف دیکھ رہے تھے۔ عمران سمجھ گیا کہ ممبرز کی وجہ سے بلیک زیرو ایکسٹو کا بھرم رکھنے کی کوششوں میں مصروف ہے

”سنا نہیں تم لوگوں نے؟“ کوئی ردِ عمل نہ پا کر عمران نے کہا۔

”سنا تو ہے سائیں پر سمجھ میں نہیں آیا کہ صوبیدار جی کیا بولتا ہے!“

بلیک زیرو نے خالصتاً مقامی لہجے میں جواب دیا۔

عمران بلیک زیرو کی ادا کاری اور سچے تلے جواب پر عرش عرش کراٹھا۔ بلیک زیرو خود کو مقامی ظاہر کرنے کی کامیاب کوشش میں مصروف تھا۔

”کون ہو تم اور کدھر سے آرہے ہو تمہیں پتہ نہیں کہ یہ ممنوعہ علاقہ ہے!“ عمران نے پہلے حکم پر اصرار کی بجائے اب دوسرا سوال داغ دیا کیونکہ اُس کا مقصد محض دل لگی تھا۔

”سائیں میں تو ادھر بستی میں پانی لے جا رہا تھا کہ یہ صاب لوگ ملے جو پانی کی تلاش میں پیاس سے مرے جا رہے تھے میں نے انہیں پانی پلایا یہ بولتا ہے کہ شکار کھیلنے آیا تھا کہ یلدم لال آندھی آگئی اور یہ لوگ اپنے ساز و سامان سے بچھڑ گئے!“ بلیک زیرو ہنوز مقامی لہجے کو برقرار رکھے ہوئے تھا

”اور اب ادھر سرحد کی طرف کیا لینے جا رہے تھے؟“ اب عمران کو بھی اس تحمکانہ گفتگو میں حرا آ رہا تھا۔ اُس کا خیال تھا کہ بعد میں وہ ایکسٹو سے اپنے طرزِ مخاطب کو یاد دلا کر ممبران خصوصاً جولیا اور تنویر کو چھیڑا کرے گا۔

”وہ..... وہ سائیں یہ صاب لوگ بولتا تھا کہ ہمیں کسی چوکی تک پہنچا دو تا کہ واپسی کا کوئی انتظام کر سکیں!“ بلیک زیرو نے فوراً بہانہ گھڑا اور عمران اُس کے سچے تلے جواب کو سراہے بنا نہ رہ سکا۔

اب وہ سوچ رہا تھا کہ اس قصے کو ختم کرے اس لیے وہ بات

گھمانے کے لیے بولا۔
 ”اس علاقے میں کچھ دشمن فوج گھس آئی ہے اور ہم اس کو تلاش کر رہے ہیں۔ تم سب کو ہمارے ساتھ ہیڈ کوارٹر چلنا ہوگا۔ جب تک ہم پوری تسلی نہ کر لیں تم کو واپسی کی اجازت نہیں مل سکتی!“ عمران نے کہا تو جو اب سب لوگ خاموش رہے اور عمران نے اندازہ لگا لیا کہ اس خاموشی کی تہہ میں ایک طوفان کروٹیں لے رہا ہے اُس نے سوچا کہ قبل اس کے کہ بلیک زیرو کوئی قدم اٹھائے اُسے خود کو ظاہر کر دینا چاہیے۔
 اچانک اُسے پیچھے سے کسی انجن کی گھر گھر کی آواز سنائی دی۔ یکدم جو اُس نے پلٹ کر دیکھا تو ایک ٹیلے کی اوٹ سے ایک فوجی جیب نمودار ہوئی اور ان کی گاڑی کے قریب آ کر رک گئی۔ اور دو جوان ہاتھوں میں مشین گنیں اٹھائے نمودار ہوئے اور تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے اُن کی طرف بڑھنے لگے۔

عمران اس اچانک افتاد پر الجھن میں مبتلا ہو گیا تھا کہ نئے آنیوالے مہمانوں سے کس طرح نمٹا جائے اور پھر فوراً ہی اُس نے کوئی فیصلہ کیا اور قبل اس کے کہ دونوں فوجی قریب پہنچیں عمران انہیں سنانے کی غرض سے سیکرٹ سروس کو مخاطب کر کے سخت لہجے میں کہنے لگا۔

”تم لوگوں کو ہمارے ساتھ ہیڈ کوارٹر چلنا ہوگا اور جب تک بریگیڈیئر صاحب کوئی حکم نہ دیں تم سب اپنے آپ کو اسیر سمجھو!“ اتنی دیر میں نووارد فوجی قریب آ گئے اور عمران کی توقع کے عین مطابق اُن میں سے ایک آگے بڑھا اور کھٹاک سے سیلوٹ دے مارا اور ساتھ ہی

اپنا تعارف کراتے ہوئے بولا۔
 ”صوبیدار گوپی چند آف بی ایس ایف!“
 جولیا عمران نے بھی فوجی دستور کے مطابق ہلکے سے سیلوٹ کا اشارہ کیا اور ایک فرضی نام سے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔
 ”کرنل وصال رائے آف سیکنڈ ڈیزرٹ کور!“
 ”سر ہمیں بھی کرنل ارجن صاحب نے شاید انہی لوگوں کی تلاش کا حکم دیا تھا!“ صوبیدار گوپی چند نے جھجکتے ہوئے کہا۔
 ”اچھا..... کہاں سے آرہے ہو!“ عمران مصنوعی حیرت کا اظہار کرتے ہوئے بولا۔
 ”سر ہم جیسلمیر سے آرہے ہیں!“ صوبیدار گوپی چند نے جواب دیا۔

”ہوں..... خیر میں انہیں بریگیڈیئر شکر دیال کے پاس بریکانیر ہیڈ کوارٹر لے جا رہا ہوں!“ عمران نے ملحقہ فوجی چھاؤنی کا نام لے کر فرضی بریگیڈیئر کا حوالہ دیتے ہوئے کہا۔

”سر ہمیں کرنل ارجن نے حکم دیا ہے کہ جنرل اشوک کا فرمان ہے کہ ان لوگوں کو گرفتار کر کے فوراً اُن کے پاس لایا جائے ویسے جیسے آپ مناسب سمجھیں!“ صوبیدار گوپی چند نے جھجکتے ہوئے کہا
 ”وہ تو ٹھیک ہے لیکن میں وائرلیس پر بریکانیر ہیڈ کوارٹر ان لوگوں کی گرفتاری کی اطلاع دے چکا ہوں!“ عمران نے سفید جھوٹ بولتے ہوئے کہا۔

”جی سر جیسے آپ کی مرضی!“ صوبیدار گوپی چند بچھے ہوئی لہجے میں بولا کیونکہ ایک تو وہ اس وقت پہنچا تھا جب عمران سیکرٹ سروس کو ”گرفتار“ کر چکا تھا اور دوسرے وہ کرنل سے خاصا جو نیر تھا اس لیے اصرار نہیں کر سکتا تھا۔

عمران کی نظر اب صوبیدار کی جیب پر تھی وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح اگر جیب حاصل کر لی جائے تو واپسی میں آسانی رہے گی اور دوسری بات یہ تھی کہ اگر جیب صوبیدار کے پاس رہنے دی جاتی تو وہ اُس میں نصب ٹرانسمیٹر کے ذریعے اپنے ہیڈ کوارٹر اطلاع کر دیتا اور جب جیسلمیر سے بیکانیر رابطہ قائم کر کے وہ لوگ صحیح صورت حال سے آگاہ ہو جاتے تو اُن کے لیے خاصی مشکل پیدا کر سکتے تھے اس لیے عمران نے ایک نئی چال چلنے کا فیصلہ کیا اور حوصلہ افزاء لہجے میں صوبیدار سے مخاطب ہو کر کہا۔

”بھئی میں تمہارے لیے یہی کر سکتا ہوں کہ رپورٹ دیتے وقت تمہارا ذکر بھی کردوں کہ گرفتاری میں جیسلمیر سے آنیوالی ایک پارٹی کا بھی حصہ ہے اور تم لوگ نشانی کے طور پر ان لوگوں کے اونٹ اور ٹرانسمیٹر بھی لے جاؤ۔ اس طرح میرا کام بھی آسان ہو جائے گا اور میں ان کو تمہاری جیب میں سوار کرا کے اپنے سامنے رکھوں گا!“

”جی..... جی سر جیسے آپ بہتر سمجھیں!“ صوبیدار کو جیسے من مانگی مُراد مل گئی تھی وہ خوش ہوتے ہوئے بولا۔

چلو ادھر گاڑی میں بیٹھو خبردار جو ایسی ویسی حرکت کی تو ادھر صحرا ہی

میں زندہ گاڑوں گا!“ صوبیدار گوپی چند کی جیب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے عمران نے ممبران کو مخاطب کر کے کہا اور ممبرز نے بلیک زیرو کے ہمراہ گاڑی کی طرف قدم بڑھا دیئے اچانک عمران کو نئی شرارت سوچھی اور اُس نے جولیا سے مخاطب ہو کر کہا۔

”اے لڑکی تم ادھر ہمارے ساتھ بیٹھو گی!“ جولیا کو روک لیے جانے پر سب لوگ یکدم رک گئے اور عمران نے یہ سوچ کر کہ کہیں کوئی نیا ہنگامہ کھڑا نہ ہو جائے بلیک زیرو سے مخاطب ہو کر کہا۔

”اوائے بابا لوگ تم بھی ادھر ہمارے ساتھ بیٹھنا!“

عمران کی یہ ترکیب کامیاب رہی اور ممبرز یہ سوچ کر گاڑی میں جا بیٹھے کہ ایکسٹو اب جولیا کے ہمراہ ہوگا۔ ابھی ممبران جیب میں بیٹھے ہی تھے کہ عمران اُن کے قریب گیا اور سخت لہجے میں بولا۔

”تم ہمارے آگے آگے چلو گے اگر ذرا سی بھی گڑبڑ ہوئی نا تو تمہاری اس ساتھی کو ہم ادھر ہی گولی مار کر پھینک جائیں گے اور تم بھی آخریج کر کہاں جاؤ گے!“ صوبیدار گوپی چند عمران کے اس طریق کار کو بڑی حیرت اور تحسین آمیز انداز سے دیکھ رہا تھا۔

”اچھا مسٹر گوپی چند اب تم بھی کوچ کی تیاری پکڑو اور کرنل ارجن کو میرا سلام کہنا!“ عمران نے جیب میں بیٹھتے وقت صوبیدار سے مخاطب ہو کر کہا اور اُسے اشارت کر کے آگے بڑھا دیا ساتھ والی نشست پر بیٹھے صوبیدار ولی محمد نے بلیک زیرو اور جولیا پر مشین گن تان لی۔ چند سو میٹر بیکانیر کی طرف جانے کے بعد جب عمران نے دیکھا کہ

وہ صوبیدار گوپی چند اور اُس کے ساتھی کی نظروں سے اوجھل ہو گئے ہیں تو اُس نے گاڑی کی رفتار آہستہ کر لی جس سے ان کا آگے جانے والی سیکرٹ سروس کی جیب سے فاصلہ بڑھنے لگا۔

عمران نے اچانک اپنی گاڑی کا رخ بدلا اور ایک ٹیلے کی اوٹ میں سے ہوتا ہوا پاکیشائی سرحد کی طرف نکل کھڑا ہوا ابھی وہ چند سوگزی ہی آگے گئے ہوں گے کہ سیکرٹ سروس والی جیب اُسے اپنے تعاقب میں دوڑتی نظر آئی عمران کے ہونٹوں پر مسکراہٹ رنگ گئی۔ بلیک زیرو اور جولیا کرنل ویشال رائے کو حیرت سے دیکھ رہے تھے جو صحرا میں گاڑی کو اڑائے جا رہا تھا۔

عمران نے اپنے پسندیدہ کھیل کا آغاز کرتے ہوئے ایکسیلیٹر پر دباؤ میں اضافہ کر دیا گاڑی کمان سے نکلے تیر کی طرح ٹیلوں پر اوپر نیچے رقص کرتی ہوئی بھاگنے لگی۔ عمران نے بیک مرمر میں دیکھا کہ سیکرٹ سروس نے بھی اپنی رفتار میں اضافہ کر لیا تھا اور پھر دونوں گاڑیاں ہوا سے باتیں کرتی ریت اڑاتی آگے پیچھے دوڑنے لگیں۔ عمران کی جیب کا انجن نیا اور خاصا طاقتور تھا اس لیے فاصلہ لمحہ بہ لمحہ بڑھنے لگا اندھیرا پھیل چکا تھا لیکن عمران نے جان بوجھ کر اپنی گاڑی کی ہیڈ لائٹس آن نہیں کی تھیں۔

پندرہ بیس منٹ کی آنکھ مچولی کے بعد جب عمران سیکرٹ سروس والوں سے کافی آگے نکل گیا تو اُس نے جولیا اور بلیک زیرو کو اپنی اصلیت سے آگاہ کیا دونوں جو پہلے ہی شش و پنج میں مبتلا تھے حیرت

کے مجسمے بن کر رہ گئے۔ عمران نے گاڑی روک دی اور نیچے اتر کر صوبیدار ولی محمد کو ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھنے کو کہا اور اُسے ہدایت کی کہ وہ اُسی درے کے دہانے پر عمران کا انتظار کرے جس کے ذریعے انہوں نے سرحد پار کی تھی۔

صوبیدار بلیک زیرو اور جولیا کو روانہ ہوئے ابھی ڈیڑھ دو منٹ بھی نہ گزرے تھے کہ عمران کو سیکرٹ سروس والی گاڑی کی ہیڈ لائٹس نظر آئیں اور چند لمحوں کے بعد ہوا سے باتیں کرتی جیب عین اُس کے سامنے آ کر رک گئی۔

عمران ہنوز دل لگی کے موڈ میں تھا اُس نے مشین گن کو اس انداز سے پکڑا کہ جیسے ابھی فائر کھول دے گا اور تن کر کھڑا ہو گیا۔ جیب کے رکتے ہی پھرے ہوئے ممبرز جلدی جلدی باہر نکلے اور تیزی سے عمران کی طرف بڑھے۔

”کدھر ہیں وہ آدمی اور لڑکی!“ کیپٹن ٹکیل آگے بڑھتے ہوئے

بولا۔

”اگر میں نہ بتاؤں تو؟“ عمران نے انتہائی پر غرور لہجے میں بولا۔

”تو..... تو ہم تمہاری ہڈیوں کا سرمہ بنا دیں گے!“ اب صفدر بھی گرم ہو رہا تھا۔

عمران دل ہی دل میں مسکرانے لگا اور پھر زہریلے لہجے میں بولا۔

”اچھا..... اچھا اب زیادہ بک بک کرنے کی ضرورت نہیں اُس لڑکی کو لے کر میرا ساتھی بریگیڈیئر صاحب کے پاس پہنچنے ہی والا ہوگا اور

پھر اس خوبصورت تھنے پر بریگیڈیئر ہمیں مالا مال کر دے گا!“
 ”تم ہمارے ساتھ اُس بریگیڈیئر کے پاس چلو گے گندے
 کیڑے ورنہ.....!“ عمران کی توقع کے عین مطابق تنویر بھرے ہوئے
 لہجے میں بولا اور اُس کی طرف بڑھنے لگا۔

”رک جاؤ مسٹر ورنہ“ کی وضاحت بھی کرتے جاؤ!“ عمران نے
 مشین گن تان کر پھاڑ کھانے والے لہجے میں کہا اُس کی اداکاری عروج
 پر تھی۔

”اور وہ دوسرا آدمی کدھر ہے؟“ صفدر عمران کی بات کو نظر انداز
 کرتے ہوئے بولا۔

”ہاہا..... ہاہا..... دوسرا آدمی..... اُس بڑھے کو تو ہم نے راستے ہی
 میں گولی مار کر پھینک دیا تھا۔ بڑی اکڑفوں دکھانے کی کوشش
 کر رہا تھا!“ عمران انتہائی تحقیر آمیز لہجے میں جواب دیا۔

عمران کے یہ الفاظ سیکرٹ سروس پر بجلی بن کر گرے تھے اور تمام ممبرز
 چند لمحوں کے لئے بے حس و حرکت ہو کر رہ گئے اُن کی سوچنے سمجھنے کی تمام
 صلاحیتیں مفقود ہو چکی تھیں۔ اور پھر اچانک جذبہ انتقام سے سرشار وہ نیم
 دائرے کی صورت میں عمران کو گھیرے میں لیتے ہوئے آگے بڑھنے
 لگے۔ سیکرٹ سروس کے تیور خاصے خطرناک دکھائی دے رہے تھے۔

اچانک صفدر نے عمران پر چھلانگ لگا دی۔ وہ فوراً ایک طرف ہٹا مگر
 اسی لمحے کیپٹن کلکیل اُس پر آگرا اچانک دھکا لگنے سے عمران کے ہاتھ
 سے مشین گن چھوٹ کر دور جا گری۔ تنویر نے فوراً مشین گن اٹھائی اور

عمران کی طرف بڑھا جو کیپٹن کلکیل کو دھکیل کر کھڑا ہو رہا تھا۔
 ”تم ہمیں بریگیڈیئر کے پاس لے جاؤ گے حقیر چوہے ورنہ میں
 تمہاری بوٹیاں کتوں سے نچاؤں گا!“ تنویر دھمازا وہ آب باؤلا ہو رہا
 تھا۔

”مم..... مجھے مت مارو میں ابھی تمہیں تمہاری بہن کے پاس
 لیے چلتا ہوں!“ عمران اپنی اصل آواز میں بکلاتے ہوئے بولا۔

تنویر صفدر کیپٹن کلکیل نعمانی چوہان اور صدیقی سب ٹھٹھک کر رک
 گئے اور کرنل وشال رائے نما عمران کی طرف یوں دیکھنے لگے جیسے وہ
 دنیا کا نواں عجوبہ ہو اور یکدم بول اٹھے۔

”عمران تم!“ تنویر نے گن کو تال سے پکڑ کر عمران پر دے مارا
 اور جھلائے ہوئے لہجے میں بولا۔

”کے سورہو!“

”اپنی برادری میں شامل کرنے کا شکریہ!“ عمران نے انتہائی نیاز
 مندانہ لہجے میں جواب دیا اور سب لوگ مسکرا دیئے۔

عمران نے جیب کی ڈرائیونگ سیٹ سنبال لی صفدر اور کیپٹن کلکیل
 فرنٹ سیٹ پر آ بیٹھے اور بقیہ چاروں کچھلی نشستوں پر براجمان ہو گئے پانچ
 سات منٹ کی ڈرائیو کے بعد وہ اُسی درے کے دہانے پر جا پہنچے جہاں
 جولیا اور بلیک زیرو صوبیدار ولی محمد کے ہمراہ پہلے سے موجود تھے اور پھر
 عمران اپنی جیب میں آ بیٹھا بلیک زیرو فرنٹ سیٹ پر آ گیا صوبیدار آب
 کچھلی نشست پر چلا گیا تھا۔ سفر ایک بار پھر شروع ہوا اور کسی خاص واقعے

رات اپنے سفر کا دو تہائی حصہ طے کر چکی تھی۔ چاروں جانب سناٹا چھایا ہوا تھا۔ سردی لمحہ بہ لمحہ بڑھ رہی تھی۔ خنکی اور ٹھنڈی ہوائ نے مل کر ماحول کو اس قدر خوابناک بنا دیا تھا کہ بے اختیار بستر میں گھس کر سو جانے کو جی چاہتا تھا۔ ایسے میں کافرستانی فوج کی دو جہیں صحرا کی وسعتوں کو چیرتے ہوئے مغرب سے مشرق کی سمت رواں دواں تھیں۔ گھاٹیاں، نیلے، نالے، صحرائی درے اور چھٹیل میدان آتے تھے اور گزر جاتے تھے مگر دونوں گاڑیاں بغیر کے مسلسل آگے بڑھ رہی تھیں۔ صحرائی رات کے سکوت میں اُن کی آواز دور دور تک سنائی دیتی تھی مگر اسے سننے والے بستروں یا خیموں میں گھسے ہوئے تھے۔ تقریباً دو گھنٹے کے مسلسل سفر کے بعد دونوں گاڑیاں اب ایسے علاقے میں پہنچ گئی تھیں جہاں سبزہ اور ہریالی صحرا کے وسطی علاقوں کی نسبت زیادہ تھی۔

کے بغیر طے ہو گیا اور جب وہ سرحد پار کر کے اطلاعاتی مرکز پہنچے تو رات کے آٹھ بج رہے تھے بلکہ زریو بغیر آرام کیئے اطلاعاتی مرکز سے دو سپاہیوں اور ایک حوالدار کو ساتھ لے کر جیپ کے ذریعے واپس چھاؤنی روانہ ہو گیا جبکہ عمران، سیکرٹ سروس کے ارکان اور صوبیدار ولی محمد اطلاعاتی مرکز میں ہی رات گزارنے کی تیاری کرنے لگے۔

اچانک سامنے ہلکی ہلکی روشنیاں بھی نظر آنے لگیں یوں لگتا تھا کہ جیسے کوئی شہر آباد ہو چلتے چلتے اچانک اگلی جیب ایک جھٹکے سے رُک گئی۔ عقب میں آنیوالی گاڑی بھی اگلی کی تقلید میں ساکن ہو گئی تھی دونوں جیبوں کے اچانک ساکت ہونے کی اصل وجہ سامنے موجود ایک بڑا سا خیمہ تھا جس کا پردہ گرا ہوا تھا۔ شاید سردی کو روکنے کی ناکام کوشش کی گئی تھی۔ خیمے میں گیس لیمپ روشن تھا جس کی کرنیں چھن چھن کر باہر آ رہی تھیں گاڑیوں کے رکتے ہی اگلی جیب میں سے ایک فوجی آفیسر نکلا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا خیمے کے قریب پہنچا اور پردہ اٹھا کر اندر داخل ہو گیا۔ اب باقی لوگ بھی جیبوں سے کود رہے تھے۔

خاصے لمبے سفر کے بعد بھی اُن کے چہروں پر تھکن کے کوئی آثار نہ تھے۔ باہر کی خنک فضا کے مقابلے میں خیمہ اندر سے کافی گرم تھا۔ نووارد آفیسر جونہی اندر داخل ہوا اُسے چھ جوان زمینی بسترؤں پر لیٹے نظر آئے اُن میں سے دو تو اُسے اندر داخل ہوتا دیکھ کر ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھے۔ شاید گاڑیوں کے شور سے اُن کی آنکھ کھل گئی تھی۔

علی الصبح ایک بریگیڈیئر کو سامنے دیکھ کر خیمے میں موجود جوانوں کے رہے رہے اوسان بھی جاتے رہے اور اسی حالت میں اُٹھ کر دونوں نے سیلوٹ دے مارا۔ بدحواسی میں انھیں سر پر ٹوپی جمانے کا خیال بھی نہ رہا تھا۔ بریگیڈیئر نے شاید اس بے ڈھنگے سیلوٹ کا جواب دینا مناسب نہ سمجھا تھا وہ مسلسل انہیں گھورے جا رہا تھا۔

”تمہارا انچارج کون ہے؟“ بریگیڈیئر خاصے تلخ لہجے میں بولا۔

”وو..... وہ..... وہ ہیں!“ اُن میں سے ایک جوان نے سونے والے ایک جوان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جواب دیا۔

”اب اسے جگاؤ گے یا یہ کام بھی مجھے ہی کرنا ہوگا!“ بریگیڈیئر اس انتہا درجے کی لاپرواہی پر خاصا برہم تھا اور پھر دونوں جوان اپنے ساتھیوں کو جھجھوڑنے لگے۔ گہری نیند سے بیدار ہوتے ہی جب ان کی نظر بریگیڈیئر کے سپاٹ چہرے پر پڑی تو وہ بھی بوکھلا گئے۔

”ہوں..... خوب مزے ہو رہے ہیں نواب صاحبان کے!“ بریگیڈیئر نے مہر سکوت توڑتے ہوئے زہریلے لہجے میں کہا اور جواباً اُن میں سے جو نسبتاً ادھیڑ عمر تھا اور شاید انچارج بھی ہکلاتے ہوئے بولا۔

”سس..... سر غلطی کی معافی چاہتے ہیں!“ وہ خاصا بدحواس ہو رہا تھا۔

”انچارج تم ہو..... کیا نام ہے تمہارا!“ بریگیڈیئر اُسے گھورتے ہوئے بولا۔

”مگ..... گو..... گوپی چند..... صوبیدار گوپی چند!“ انچارج اب کسی حد تک سنبھل چکا تھا۔

”کتنا علاقہ ہے یہاں تمہارے پاس؟“ بریگیڈیئر کے لہجے کی تلخی ہنوز برقرار تھی۔

”خیمے کے دائیں اور بائیں ایک ایک کلومیٹر!“ صوبیدار اب مشین کی طرح بول رہا تھا۔

”کتنے افراد ہیں یہاں تمہارے ماتحت؟“ بریگیڈیئر نے پوچھا۔

”پانچ!“ صوبیدار نے جواب دیا۔
 ”ہوں.....!“ بریگیڈیئر اُن سب کے چہروں پر نظر گھماتا ہوا
 بولا۔ بریگیڈیئر کی گھومتی نگاہ کے ساتھ ساتھ ہر فرد نے اپنا نام مع عہدہ
 کے فر فر بول دیا۔
 ”ٹائیک ملہو ترا‘ لانس ٹائیک شرما‘ نائب حوالدار ٹیل‘ نائب
 حوالدار بلوندر سنگھ اور حوالدار امر ناتھ!“
 ”یہاں کب سے تعینات ہو تم لوگ!“ بریگیڈیئر نے سوال کیا۔
 ”سر میں تو پرسوں ہی آیا ہوں!“ صوبیدار گولپی چند نے جواب
 دیا۔

”سر ہم تو ڈیڑھ مہینے سے یہاں ڈیوٹی دے رہے ہیں!“ حوالدار
 امر ناتھ جھجکتے ہوئے بولا۔

”خاک ڈیوٹی دے رہے ہو!“ بریگیڈیئر پھر غرایا۔
 ”س.....سر آپ کا نام؟“ صوبیدار نے جھجکتے ہوئے بالآخر
 آخر کار پوچھ ہی لیا۔

”راجیش کھن!“ بریگیڈیئر نے اپنا نام بتایا اور جیب میں ہاتھ
 ڈالتے ہوئے بولا۔

”میرا خیال ہے تعارف تفصیلی ہوتا چاہیے!“ بریگیڈیئر نے یہ کہتے
 ہی بجلی کی تیزی سے اپنا ہاتھ جیب سے باہر نکالا جس میں ایک چھوٹی
 سی سفید رنگ کی گیند تھی اور اس میں لگی پن نکال کر زمین پر دے مارا
 جس سے پورا خیمہ کسی عجیب و غریب خوشبو سے معطر ہو گیا اس کے

ساتھ ہی خیمے میں موجود تمام پہرے دار کسی کٹے ہوئے درخت کی مانند
 زمین پر آ گرے۔

بریگیڈیئر جو اصل میں عمران تھا خیمے کا پردہ اٹھ کر باہر آیا
 اور چھپوں کے قریب کھڑے سیکرٹ سروس کے ارکان کو خیمے میں آنے
 کا اشارہ کیا۔ ممبرز فوراً ہی اپنے ہاتھوں میں بیک اٹھائے خیمے میں
 وارد ہوئے۔ سب ممبرز کے خیمے میں آ جانے کے بعد عمران نے
 صوبیدار گولپی چند کو صفدر کے‘ حوالدار امر ناتھ کو کیپٹن ٹکلیل کے‘ نائب
 حوالدار بلوندر سنگھ کو تنویر کے‘ نائب حوالدار ٹیل کو چوہان کے‘ ٹائیک
 ملہو ترا کو نعمانی کے اور لانس ٹائیک شرما کو صدیقی کے حوالے کرنے کے
 بعد ہر کسی کو فوراً اپنے شکار جیسا میک اپ کرنے کا اشارہ دیا اور خود خیمے
 سے باہر جا کر بریگیڈیئر کی وردی اُتار کر نیا لباس پہن لیا اور اپنا پہلا
 میک اپ اُتار دیا۔ اُس وقت تک صفدر گولپی چند کا‘ ٹکلیل امر ناتھ
 کا‘ تنویر بلوندر سنگھ کا‘ چوہان ٹیل کا‘ نعمانی ملہو ترا کا اور صدیقی شرما کا
 ردپ دھار چکا تھا۔ اور پھر ہر کوئی اپنے ہمزاد کو اٹھا کر خیمے کے باہر لایا
 اور رات کے اندھیرے میں لباس تبدیل کر لیا واپس خیمے میں پہنچ کر
 انہوں نے اپنے ہمزادوں کے چہروں کو میک اپ سے آراستہ کرنا
 شروع کیا اور چند لمحوں کے بعد وہ بھی کچھ سے کچھ بن گئے۔

عمران کے اشارے پر سب لوگ خیمے میں ایک بڑا سا گڑھا کھودنے
 میں مصروف ہو گئے۔ ریت کی وجہ سے انہیں اس کام میں کسی زیادہ دقت
 کا سامنا نہ ہوا۔ جب گڑھا کافی گہرا ہو گیا تو عمران نے وہ سارا

ساز و سامان جو وہ پاکیشیا سے ساتھ لائے تھے گڑھے میں دبا دیا۔ عمران کے حکم پر ممبرز نے اپنے اپنے ہمزاد کو اٹھایا اور باہر گاڑیوں کے قریب لا کر لٹا دیا اور پھر تھپڑوں والے فارمولے کے تحت سب کو ہوش میں لا کر اُن کے نام کام اور لہجے سے ایک بار پھر واقفیت حاصل کی گئی۔

اچانک فضا گولیوں کی تڑتڑاہٹ سے گونج اُٹھی۔ عمران کے اشارے پر ممبرز نے اپنے اپنے ہمزاد اُنہی کی رائفلوں سے چھلنی کر دیئے تھے۔ عمران نے اُن کے قریب چار ریوالور اور دو اسٹین گنیں پھینک دیں۔ نعمانی، چوہان اور صدیقی کو لاشوں کے پاس تعینات کرنے کے بعد وہ خیمے میں واپس پہنچے اور پھر عمران نے صفدر کو گوبی چند کے پس منظر سے آگاہ کیا اور آئندہ پیش آنے والے حالات کے سلسلے میں اُسے اچھی طرح سے بریف کر دیا۔

عمران ہی کے حکم پر اُسے اور جولیا کوریسوں کے ذریعے جکڑ دیا گیا تھا۔ تنویر اور کیپٹن کلیل اُن کے سامنے اپنی رائفلیں تانے کھڑے تھے۔ صفدر نے صوبیدار گوبی چند کی حیثیت سے خیمے میں موجود وائزلیس کے ذریعے سب ہیڈ کوارٹرز میں اطلاع کر دی کہ آٹھ تخریب کاروں کا ایک گروہ جو آتشیں اسلحہ سے مسلح تھا۔ جیسلمیر ہیڈ کوارٹر میں داخلے کی کوشش میں اُن سے ٹکرا گیا اس مڈبھیڑ میں چھ تخریب کار ہلاک اور دو گرفتار ہو گئے ہیں۔ سب ہیڈ کوارٹر کا انچارج جو فائرنگ کی آوازوں سے پہلے ہی چوکنہا ہورہا تھا اس اطلاع پر اچھل پڑا اور فوراً ہی موقعہ واردات کی طرف چل پڑا۔

کرنل ارجن داس بے چینی سے اپنے کمرے میں ٹہل رہا تھا۔ جب سے اُسے کسی تخریب کار پارٹی کی گرفتاری کی اطلاع ملی تھی اُسے کسی پل چین نہ تھا۔ سب ہیڈ کوارٹرز کا انچارج اُسے اطلاع دے کر لاشوں اور زیر حراست مجرموں کو لیئے جیسلمیر کی طرف روانہ ہو چکا تھا۔ سب ہیڈ کوارٹرز اور جیسلمیر جہاں کرنل ارجن کا دفتر تھا کے درمیان صرف ایک گھنٹے کا فاصلہ تھا اور کرنل کو ایک ایک لمحہ صدیوں پر محیط نظر آ رہا تھا۔ جب اُسے کسی پل قرار نہ ملا تو دفتر سے نکل کر مختلف راہداریوں سے ہوتا ہوا وہ ہیڈ کوارٹرز کی عمارت سے باہر نکل آیا۔ اُسے باہر آئے ابھی دو منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ ایک ٹرک رینگتا ہوا آیا اور اُس کے قریب آ کر رُک گیا۔ ڈرائیور کے ساتھ والی سیٹ سے سب ہیڈ کوارٹر کا انچارج اُترا اور کرنل کے قریب پہنچ کر کھٹاک سے سیلوٹ دے مارا۔

”ہیلو کیپٹن مجرم کہاں ہیں!“ کرنل ارجن بے تابی سے بولا۔
 ”سروہ سب ٹرک کے پچھلے حصے میں بند ہیں!“ انچارج نے جواب دیا۔

”اوہ ہاں یہ سب کیسے ہوا!“ کرنل ارجن کو بالآخر تفصیل جاننے کا خیال آ ہی گیا۔

”سر آج صبح پو پھٹنے سے ذرا پہلے مجھے فائرنگ کی آواز سنائی دی اور پھر چند لمحات کے بعد وائرلیس پر صوبیدار گوپی چند نے اطلاع دی کہ آٹھ افراد پر مشتمل ایک تخریب کار گروہ جیسلمیر میں داخل ہونے کی کوشش میں اُن سے ٹکرا گیا اور نتیجہ کے طور پر اُن میں سے چھ افراد ہلاک اور دو گرفتار ہو گئے ہیں اس اطلاع پر میں فوراً جائے واردات پر پہنچا اور لاشوں اور زیر حراست افراد کو سب ہیڈ کوارٹر لایا اور آپ کو اطلاع دینے کے بعد اب آپ کے حکم پر انہیں یہاں لے آیا ہوں!“ انچارج تفصیل بتاتے ہوئے بولا۔

اُس چوکی کا انچارج صوبیدار کہاں ہے!“ کرنل نے کہا وہ مزید تفصیل جاننے کے لیے بے تاب ہو رہا تھا۔

”سر میں اُسے بھی ساتھ ہی لے آیا ہوں!“ انچارج اپنی دورانہ لشی جتاتے ہوئے بولا۔ اور اس کے ساتھ ہی ٹرک کے قریب کھڑے صفدر نے آگے بڑھ کر کرنل کو سیلوٹ دے مارا۔

”ہاں صوبیدار تم بتاؤ کہ یہ لوگ کس طرح تم تک پہنچے ذرا تفصیل سے!“ کرنل ارجن نے صفدر سے مخاطب ہو کر کہا۔

”سر آج صبح تقریباً چار بجے دو جھپوں میں سواران آٹھ افراد نے ہماری چوکی کے قریب سے گزرنے کی کوشش کی۔ ہمارے روکنے پر انہوں نے خود کو ٹورسٹ ظاہر کیا اور فوری طور پر جیسلمیر میں داخل ہونے کے لیے اصرار کرنے لگے۔ ہم نے جب یہ بتایا کہ آگے ممنوعہ علاقہ ہے اور صبح ہونے سے پہلے داخلہ ممکن نہیں تو بھی ان لوگوں نے آگے جانے پر اصرار جاری رکھا۔ اچانک میں نے ان کی گاڑیوں پر نارنج سے روشنی ڈالی تو وہ وہی جیسیمیں تھیں جس میں اُس دن وہ نقلی کرنل وشال رائے اپنے ساتھیوں کو چھڑالے گیا تھا اور دوسری بات جس نے میرے شک کو یقین میں بدل دیا وہ یہ تھی کہ اُس پارٹی میں بھی سات مرد اور ایک عورت شامل تھے جبکہ یہ گروہ بھی سات مرد اور ایک عورت پر مشتمل تھا۔ اس پر میں نے سختی سے انہیں رُک جانے کی ہدایت کی تو وہ مقابلے پر اتر آئے چونکہ احتیاطی تدبیر کے طور پر میں نے اپنے ماتحت عملے کو پہلے سے ہی پوزیشنیں سنبھالنے کا کہہ رکھا تھا اس لیے جھڑپ کے نتیجے میں چھ مارے گئے اور ایک مرد ایک عورت زندہ گرفتار ہو گئے!“ صفدر نے صوبیدار گوپی چند کے لہجے میں ہو بہو نقل اُتارتے ہوئے کرنل ارجن کو تفصیل بتائی۔

”گڈ..... ویری گڈ شو..... تم ایسا کرو کہ فی الحال اُسی چوکی پر جا کر ڈیوٹی دو میں ایک دوروز کے اندر تمہاری ترقی اور تبدیلی کرا کے واپس یہاں ہیڈ کوارٹر میں تعینات کرا دوں گا!“ کرنل ارجن نے صفدر کو بطور صوبیدار گوپی چند کے نوید ترقی سناتے ہوئے کہا کیونکہ کرنل وشال

رائے والے واقعے پر برہم ہو کر اُسی نے صوبیدار کو بطور سزا کور ہیڈ کوارٹرز سے تبدیل کر کے حفاظتی چوکی پر تعینات کیا تھا۔

”تھینک یو..... تھینک یو سر!“ صفدر نے انتہائی نیاز مندانہ لہجے میں جواب دیا۔

تب کرنل ارجن اپنے اسٹنٹ کی طرف مڑا جو اس کا دروائی کے دوران اُس کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا تھا اور بولا۔

”کیپٹن ڈی سلوا!“

”جی سر!“ کیپٹن ڈی سلوا نے آگے بڑھ کر انتہائی نیاز مندانہ لہجے میں کہا۔

”تم ایسا کرو کہ ان مجرموں اور لاشوں کو جو ٹرک میں موجود ہیں لاک آپ میں بند کرادو اور دروازے پر ایک سنتری تعینات کر دو میں جنرل اشوک صاحب کو اطلاع کر دوں۔ پھر ان سے تفصیلی پوچھ گچھ کا سلسلہ شروع کریں گے“

”یس سر حکم کی تعمیل ہوگی!“ کیپٹن ڈی سلوا نے جواب دیا اور کرنل ارجن تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا جنرل اشوک کے آفس میں جانے کے لیے کور ہیڈ کوارٹرز کی مرکزی عمارت میں داخل ہو گیا۔

کرنل ارجن کے جاتے ہی کیپٹن ڈی سلوا نے ٹرک کا پچھلا حصہ کھلوا دیا اور عمران اور جولیا کو باہر نکلنے کا اشارہ کیا عمران انتہائی سہمے ہوئے شخص کی مانند ٹرک سے اُترا جولیا بھی اُس کے ساتھ ہی باہر آ گئی تھی۔ کیپٹن ڈی سلوا اُن کے قریب ہی کھڑا اپنے ماتحت عملے کو لاشیں

اندر لے جانے کا حکم دے رہا تھا۔ جب ساری لاشیں اندر پہنچا دی گئیں تو عمران اور جولیا کو بھی دو گن برداروں کے نرغے میں ہیڈ کوارٹر کی طرف لے جایا گیا۔

”ادھر چل بے!“ کیپٹن ڈی سلوا نے عمران سے مخاطب ہو کر کہا۔

”چلتے ہیں بابا کاٹتے کیوں ہو!“ عمران منہ بنا کر بولا اور اُسی طرف چل دیا جس طرف کیپٹن نے اشارہ کیا تھا جب وہ عمارت میں داخل ہو گئے تو دونوں نے خود کو ایک لمبی راہداری میں پایا۔ تھوڑا آگے چل کر وہ ایک دوسری راہداری میں گھوم گئے۔ اس راہداری میں کچھ دیر چلنے کے بعد وہ ایک بار پھر بائیں مڑے۔ جہاں ایک نئی راہداری کے دو توں جانب مختلف آفس بنے ہوئے تھے۔

”یہ ہیڈ کوارٹر ہے یا شیطان کی آنت لمبی ہی ہوتی جارہی ہے!“ عمران سے جب نہ ہی رہا گیا تو بالآخر بول ہی پڑا اور جولیا ہلکے سے مسکرا دی۔

”کیا ٹرٹر لگا رکھی ہے آدمی ہو یا اُلو!“ کیپٹن شاید کچھ زیادہ ہی سخت مزاج تھا۔ جھنجھلا کر کہنے لگا۔

”ہوں تو آدمی ہی پر اُلوؤں کے دیس میں آ گیا ہوں!“ عمران نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

”آب چپ بھی کرے گا یا.....؟“ کیپٹن اب خاصا گرم ہو رہا تھا۔

چلتے چلتے وہ ایک ایسے کمرے کے سامنے جا پہنچے جس پر گلی نیم

پلیٹ خالی تھی کمرے کا دروازہ کھلا تھا اور ایک گن بردار سنتری وہاں براجمان تھا۔ کیپٹن ڈی سلوا نے عمران اور جولیا کو اُس کمرے میں دھکیلا اور باہر سے دروازہ لاک کر دیا۔

عمران نے جب کمرے کا جائزہ لیا تو وہ ہر قسم کے فرنیچر سے پاک تھا ایک سائیڈ میں ان کی ساتھی لاشیں زمین پر پڑی تھیں۔ کمرے کا اکلوتا دروازہ باہر سے بند تھا۔ لے دے کر ایک ہی روشندان پچھلی سائیڈ کی دیوار میں روشنی کی ترسیل کا واحد ذریعہ تھا۔ کمرے میں کل آٹھ نفوس تھے جن میں چھ مردہ اور دو زندہ تھے۔

عمران اور جولیا کو لاک آپ میں بند ہوئے خاصی دیر ہو چکی تھی چھ لاشوں کی دھشت رفتہ رفتہ جولیا پر اپنا اثر دکھا رہی تھی وہ لاشوں سے دور ایک کونے میں جا بیٹھی اور عمران کو کوسنے لگی کہ یہ بھی کوئی طریقہ ہے مشن مکمل کرنے کا کہ خود ہی دشمن کی قید میں آ بیٹھے۔

عمران نے بہت سمجھایا کہ ٹارگٹس کی تباہی کے لیے اُن سے متعلق تفصیلی معلومات درکار ہوتی ہیں جو کور ہیڈ کوارٹرز تک رسائی حاصل کیئے بغیر ملنا مشکل تھیں مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔ تب عمران نے سوچا کہ بیکار وقت ضائع کرنے کی بجائے باہر نکلنے کی ترکیب کی جائی کیونکہ کرل جلد ہی تفتیش کے لیے آنے والا تھا اور نت نئے چکروں میں پڑنے سے ناحق وقت برباد ہونے کا خدشہ تھا۔

دروازے پہ زور آزمائی ناممکن تھی کیونکہ ذرا سی بھی کھٹ پٹ پر باہر موجود سنتری ہوشیار ہو جاتا۔ لے دے کر نجات کا واحد ذریعہ

روشندان ہی نظر آ رہا تھا لیکن مشکل یہ تھی کہ وہ خاصی اونچائی پر تھا جبکہ کمرہ ہر قسم کے فرنیچر سے عاری تھا۔ سوچتے سوچتے یکدم ایک خیال کوندے کی طرح اُس کے ذہن میں چمکا کہ کیوں نہ روشندان تک رسائی کے لیے لاشوں کو استعمال کیا جائے۔ عمران نے جب یہ خیال جولیا کے سامنے پیش کیا تو وہ بے اختیار جھرجھری لے کر اٹھ بیٹھی اور اس سلسلے میں تعاون سے صاف انکار کر دیا۔

عمران کے پُر زور اصرار پر بالآخر اُسے قائل ہونا پڑا کہ نجات کے اس واحد راستے کو اختیار کر ہی لیا جائے چنانچہ دونوں نے مل کر چھ کی چھ لاشیں روشندان کے نیچے ایک دوسرے کے اوپر چن دیں اور پھر عمران اُن پر چڑھ کر روشندان تک پہنچنے کی کوشش کرنے لگا تو جولیا نے منہ پھیر لیا۔ ایک مردے پر پاؤں رکھنے کا خیال خود عمران کے لیے بھی کچھ زیادہ فرحت انگیز نہ تھا۔ لیکن ایسے حالات میں جذبات کو مہس پشت ڈالنا ہی پڑتا ہے۔

عمران نے لاشوں پر چڑھ کر ہاتھ بلند کیا تو ہنوز وہ روشندان سے دو ڈھائی فٹ کے فاصلے پر تھا۔ اُس نے سوچا کہ اس فاصلے کو چپ کے ذریعے کور کیا جاسکتا ہے اور پھر پہلی ہی کوشش میں وہ روشندان پر ہاتھ جمانے میں کامیاب ہو گیا۔ کچھ اوپر اٹھ کر جب اُس نے دوسری طرف جھانکا تو وہ کوئی دفتر تھا جو خوش قسمتی سے خالی پڑا تھا۔

عمران روشندان میں گھس گیا روشندان خاصا تنگ تھا لیکن تھوڑی سی کوشش کے بعد وہ اُس میں سے گزرنے میں کامیاب ہو گیا اور اب

وہ دوسرے کمرے میں روشندان ہی سے لٹکا ہوا تھا۔ عمران نے اپنا ایک ہاتھ روشندان سے باہر نکال کر جولیا کو بھی آنے کا اشارہ کیا وہ پہلے تو ہچکچائی پھر اُس نے بھی لاشوں پر کھڑی ہو کر جمپ لگایا اور عمران کے باہر نکلے ہاتھ کو پکڑنے میں کامیاب ہو گئی اور روشندان سے لٹکنے لگی۔

عمران نے پیراٹروپنگ کے انداز میں روشندان سے نیچے فرش پر چھلانگ لگا دی اور چند لمحات کے بعد جولیا بھی روشندان سے نکل کر دوسری طرف پہنچ چکی تھی۔ انہیں دوسرے کمرے میں آئے ابھی چند لمحے بھی نہ گزرے ہوں گے کہ دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور ایک آدمی اندر داخل ہوا اور اپنے آفس میں اجنبی مرد اور عورت کو کھڑے دیکھ کر ششدر رہ گیا عمران کی چھٹی جس خطرے کی گھنٹیاں بجا رہی تھی۔

کرنل ارجن بے چینی سے اپنے آفس میں ٹہل رہا تھا۔ جب سے اُسے عمران اور جولیا کی گرفتاری کی خبر ملی تھی اُس کے پاؤں زمین پر نہیں ٹک رہے تھے۔ وہ جلد از جلد جنرل اشوک کو اپنی کامیابی کی خوشخبری سنانا چاہتا تھا یہی وجہ تھی کہ اُس نے عمران اور جولیا سے پوچھ گچھ ملتوی کرتے ہوئے انہیں لاک آپ میں بند کرنے کا حکم دے دیا تھا۔ جنرل اشوک ابھی تک دفتر نہیں آیا تھا اور کرنل کو کسی بل چین نہ تھا وہ کبھی اپنی کرسی پر بیٹھتا اور پھر اٹھ کر ٹہلنے لگتا وہ دو تین دفعہ جنرل اشوک کے دفتر سے پتہ کر اچکا تھا۔ اُس کی بیقراری لمحہ بہ لمحہ بڑھتی جا رہی تھی۔ جونہی اُسے جنرل اشوک کی دفتر میں آمد کی اطلاع ملی اُس نے فوراً کیپ سر پر جمائی اور آئینے میں اپنا جائزہ لینے کے بعد باہر نکل آیا اور لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا جنرل اشوک کے دفتر کی جانب چل دیا۔ دفتر پہنچ کر اُس نے اپنی آمد کی اطلاع کرائی اور اجازت ملنے پر

اندر داخل ہو گیا۔

”گڈ مارننگ سر!“ اندر داخل ہوتے ہی کرنل ارجن نے پر جوش لہجے میں کہا۔

”اوہ..... یس..... گڈ مارننگ..... کہو کرنل کیسے آنا ہوا!“ جنرل اشوک نے جواب دیا جو کرنل کے یوں صبح صبح نازل ہونے پر خاصا حیرت زدہ سا نظر آ رہا تھا۔

”سر آپ نے جس پاکیشیائی کمانڈو پارٹی کا ذکر کیا تھا۔ رات بی ایس ایف کے جوانوں نے ایک مقابلے کے بعد اُن کے دو افراد کو گرفتار اور چھ کو ہلاک کر دیا ہے!“ کرنل ارجن نے اپنے جوش کو دباتے ہوئے جلدی سے کہا۔

”کیا..... واقعی..... اوہ گڈ نیوز!“ جنرل اشوک بھی اس اچانک خوشخبری سے حواس باختہ سا ہو گیا تھا۔

”کہاں ہیں وہ لوگ!“ جنرل اشوک اس خبر کو سن کر بے چین ہو رہا تھا۔

”سر میں نے انہیں لاک اپ میں بند کر دیا ہے! کرنل ارجن نے جواب دیا۔

”اچھا..... ہاں تفصیل سے بتاؤ کہ یہ سب کیسے ہوا!“ جنرل اشوک نے پوچھا۔

اور جواب میں کرنل ارجن نے صفدر اور سب ہیڈ کوارٹر کے انچارج سے سنی ہوئی روداد کو نمک مرچ لگا کر اس انداز سے بیان کیا کہ

جنرل اشوک دل سے کرنل ارجن کی کارکردگی کا قائل ہو گیا۔

”گڈ شو..... ویری گڈ شو..... اور ہاں اب اُس صوبیدار کو بھی کوئی خوشخبری سنا دینا!“ جنرل اشوک نے تفصیل سننے کے بعد کہا۔

”تھینک یو سر کوئی اور حکم! کرنل ارجن نیاز مندانہ لہجے میں بولا اُن دونوں پاکیشیائی کمانڈوز سے تفصیلی پوچھ گچھ کرو کہ وہ لوگ کب اور کہاں سے روانہ ہوئے تھے اور اُن کا مشن کیا ہے اور یہ کہ اس قسم کی دوسری کتنی پارٹیاں بھیجی گئیں ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ نگرانی کا کام مزید سخت کر دو!“ جنرل اشوک نے تفصیلاً حکم نامہ جاری کرتے ہوئے کہا۔

”یس سر حکم کی تعمیل ہوگی!“ کرنل ارجن نے مودبانہ لہجے میں جواب دیا۔

ساتھ والا کمرہ بھی کوئی دفتر ہی تھا۔

عمران نے جب دوسری لائن کے کمروں کے باہر لگی نیم پلیٹوں پر نظر دوڑائی تو اُسے تیسرے کمرے کی تختی پر ریکارڈ روم کے الفاظ نظر آئے۔ یہ دیکھ کر عمران نے ایک ٹھنڈا سانس لیا کیونکہ اسے من مانگی مرادل گئی تھی۔

”جولیا ذرا اپنی ہینر پن تو دکھاؤ!“ عمران نے راہداری میں جھانکتے ہوئے جولیا سے کہا۔

”یہ لو!“ جولیا ہینر پن نکال کر عمران کو تھماتے ہوئے بولی۔

عمران نے ہینر پن لی اور اسے مخصوص انداز میں موڑتے ہوئے وہ ریکارڈ روم کے دروازے پر جا پہنچا۔ راہداری ہنوز سنسان پڑی تھی۔ عمران نے لاک پر زور آزمائی شروع کی اور تیسری ہی کوشش میں کلک کی آواز آئی اور تالا کھل گیا۔

عمران نے جولیا کو اشارہ کیا اور دروازہ کھول کر ریکارڈ روم میں داخل ہو گیا۔ جولیا عمران کا اشارہ پاتے ہی آفس سے نکلی اور تیزی سے چلتی ہوئی ریکارڈ روم میں آکھسی وہ پچھلے کمرے کا دروازہ بند کرنا نہیں بھولی تھی۔ جولیا کے اندر آتے ہی عمران نے ریکارڈ روم کا دروازہ بند کیا اور ہینر پن کی مدد سے دوبارہ اسے لاک کرنے میں مصروف ہو گیا۔ چند لمحات کے بعد اُس کی کوشش رنگ لائی اور کلک کی آواز سے دروازہ دوبارہ لاک ہو گیا۔ اس پر عمران نے سکون کا سانس لیا اور ہینر پن جولیا کو تھماتے ہوئے ایک کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔

عمران اور جولیا کو آفس میں کھڑا دیکھ کر نووارد ٹھٹھک کر رُک گیا عمران نے موقع کی نزاکت کے پیش نظر فوراً جھپٹ کر اُسے دبوج لیا اور گردن پر کرائے کا ایک چچا تلا ہاتھ دیا۔ جس سے نووارد کسی رد عمل کا اظہار کرنے سے پہلے ہی راہی ملک عدم ہو گیا۔ فرار کے پہلے ہی مرحلے میں وہ بال بال بچے تھے۔ اگر یہ شخص اُس وقت کمرے میں داخل ہو جاتا جب عمران ابھی روشن دان سے لٹک رہا تھا تو اُن کا پکڑ لیا جانا یقینی تھا۔

عمران نے سوچا کہ انہیں اس آفس سے جلد از جلد چھٹکارا حاصل کرنا چاہیے کیونکہ دفتر ہونے کی وجہ سے یہاں کسی لمحے کوئی بھی آسکتا تھا۔ انہیں چھپنے کے لیے کوئی ایسی جگہ درکار تھی جہاں بیٹھ کر وہ آئندہ کی منصوبہ بندی کر سکتے یہ سوچ کر عمران نے راہداری میں جھانکا جو اتفاقاً سنسان پڑی تھی۔ یہ دفتر راہداری کے اختتام پر تھا اور اس کے

”مفکر ہے ان لاشوں سے تو نجات ملی!“ جولیا طویل سکوت کو توڑتے ہوئی بولی۔

”ہاں خواہ مخواہ کباب میں ہڈی بنی ہوئی تھیں!“ عمران منہ بناتے ہوئے بولا۔ چند لمحوں کے بعد جب جولیا عمران کے جملے کی تہہ تک پہنچی تو اُس نے تیزی سے جوتی اتارنے کے لیے اپنے پاؤں کی طرف ہاتھ بڑھایا تو عمران سرگوشانہ انداز میں چلایا۔

”نہ نہ نہ..... شور بالکل نہیں کرنا کسی کو یہاں ہماری موجودگی کی خبر ہوگئی نا تو.....!“

عمران کا جملہ ابھی بیچ میں ہی تھا کہ جولیا نے حالات کی سنگینی کو سمجھتے ہوئے اپنا ارادہ ملتوی کر دیا۔

”پتہ نہیں اس سلسلے میں یہاں کے قوانین کیا ہیں۔ پاکیشیا میں تو بڑی سخت سزا ہے!“ عمران نے جملہ مکمل کر دیا وہ ابھی تک جولیا کو تنگ کرنے کے موڈ میں تھا۔

”تم باز نہیں آؤ گے میں صفدر کو کال کرتی ہوں!“ جولیا واچ ٹرانسمیٹر کا بٹن آن کرتے ہوئے بولی۔

”خدا کے لیے کہیں واقعی کال نہ کر بیٹھنا تنویر کو پتہ چل گیا نا تو باؤلا ہو جائے گا! عمران شاید اُسے زچ کرنے پر تلا ہوا تھا۔

”عمران.....! میں شور مچا دوں گی!“ جولیا چلائی بات بالآخر اُس کے بس سے باہر ہوگئی تھی۔

”اوہ ہو..... کہیں ایسا نہ کر دینا! عمران یکدم سنجیدہ ہو گیا تھا۔

گرگٹ بھی شاید اتنی جلدی رنگ نہ بدلتا ہوگا! جولیا نے سوچا۔

انہیں ریکارڈ روم میں آئے ابھی چند منٹ گذرے ہوں گے کہ راہداری بھاری قدموں کی دھمک سے گونج اُٹھی۔ بہت سے لوگ اسی طرف دوڑے چلے آ رہے تھے۔

ریکارڈ روم کے قریب آ کر وہ رک گئے تھے۔ چند لمحوں کے بعد تلاشی لینے والے شور مچاتے ہوئے اُسی آفس میں داخل ہو گئے۔ جہاں کچھ دیر قبل جولیا اور عمران موجود تھے۔ ان لوگوں کی آوازوں کی بھنھناہٹ عمران اور جولیا کو ریکارڈ روم میں بھی سنائی دے رہی تھی اور پھر یکدم اس میں اضافہ ہو گیا عمران سمجھ گیا کہ نہ صرف اُن کے فرار کا راز فاش ہو چکا ہے بلکہ اس آدمی کی لاش بھی تلاش کر لی گئی ہے جو جیسلمیر میں اُن کا ساتواں شکار تھا۔ جلد ہی راہداری میں واقع تمام کمروں کی تلاشی کی مہم شروع ہونا یقینی تھا یہ سوچ کر عمران نے ریکارڈ روم میں جائے پناہ کی تلاش میں نظریں دوڑانا شروع کر دیں لیکن وہاں الماریوں کے سوا کوئی ایسی جگہ نہ تھی کہ جسے چھپنے کے لیے استعمال کیا جاسکے۔

اُس نے انہی کے پیچھے چھپنے کا فیصلہ کر لیا اور جولیا کو ایک بڑی سی الماری کے پیچھے جانے کا اشارہ کرتے ہوئے وہ خود بھی ایک دوسری الماری کی سائیڈ میں میں کھڑا ہو گیا۔ باہر موجود لوگوں کی بھنھناہٹ شور میں تبدیل ہوگئی تھی۔ چند لمحوں بعد تالے میں چابی گھومنے کی آواز سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی ریکارڈ روم کا دروازہ کھلا اور چار پانچ باوردی گن مین اندر داخل ہو گئے۔

کی حسین دنیا میں کھو گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ڈارک روم میں تفتیش کے دوران وہ طریموں سے جلد ہی سب کچھ اگلوالے گا۔ اور یوں حسن کارکردگی کے صلے میں جنرل اشوک جی ایچ کیو کو اس کی اعلیٰ خدمات پر مشتمل ایک رپورٹ بھیجے گا اور نتیجہ کے طور پر ترقی اس کا مقدر بن جائے گی۔

کرنل ارجن ابھی خیالات کی دنیا ہی میں محو پرواز تھا کہ آفس کا دروازہ ایک جھٹکے سے کھلا اور میجر ہر دیپ کمار اندر داخل ہوا وہ خاصا حواس باختہ دکھائی دے رہا تھا۔ تمام آداب کو بالائے طاق رکھ کر وہ بوکھلائے لہجے میں بولا۔

”سر..... سر وہ دونوں مجرم لاک آپ سے فرار ہو گئے ہیں!“ اور اس کے ساتھ ہی کرنل کے خیالات کے محل دھڑام سے نیچے آگرے اور وہ حیرت زدہ لہجے میں بولا۔

”کیا کہا..... میجر یہ تم کیا کہہ رہے ہو!“

”لیس سر لاک آپ خالی پڑا ہے اور میں وہیں سے آرہا ہوں!“ میجر ہر دیپ کمار نے جواب دیا۔

”دروازے پر سنتری موجود نہیں تھا؟ کرنل ابھی تک اس اچانک جھٹکے سے سنبھلنے نہ پایا تھا۔

”موجود تھا سر!“ میجر ہر دیپ نے جواب دیا۔

”تو پھر وہ کہاں سے نکل گئے!“ کرنل بڑبڑایا اور تیزی سے اٹھتے

ہوئے وہ دفتر سے نکلا اور لاک آپ کی طرف چل پڑا تیز تیز چلتے

کرنل ارجن جنرل اشوک کے دفتر سے نکلنے کے بعد سیدھا اپنے آفس پہنچا کیونکہ وہ اس نادر موقع سے فائدہ حاصل کرنے میں کوئی کوتاہی نہ کرنا چاہتا تھا۔ تیز تیز چلتے ہوئے جونہی وہ دفتر پہنچا اس نے اپنے جونیئر میجر ہر دیپ کمار کو طلب کر لیا۔

”لیس سر..... کیا حکم ہے؟“ میجر ہر دیپ کمار نے سیلوٹ لگانے کے بعد کہا وہ کرنل کا حکم سنتے ہی فوراً حاضر ہو گیا تھا۔

”جن دو افراد کو میں نے لاک آپ میں بند کروایا تھا انہیں وہاں سے نکال کر فوراً ڈارک روم میں پہنچا دو!“ کرنل نے حکم نامہ جاری کرتے ہوئے کہا۔

”لیس سر حکم کی تعمیل ہوگی!“ میجر ہر دیپ کمار نے مودبانہ لہجے

میں کہا اور کھٹاک سے سیلوٹ کرتے ہوئے باہر چلا گیا۔

میجر کے باہر جاتے ہی کرنل ارجن نے کرسی پہ سرٹکایا اور خیالات

ہوئے وہ جب لاک آپ میں پہنچا تو باہر موجود سنتری کے پر زور اصرار پر بالآخر اُسے قائل ہونا پڑا۔ کہ وہ لوگ دروازے کے بجائے کسی دوسرے ذریعے سے فرار ہوئے ہیں اور دوسرا ذریعہ لامحالہ روشن دان ہی ہو سکتا تھا۔ یہ سوچ کر اُس نے میجر کو عمارت کی ناکہ بندی کرنے کا حکم دیا اور خود دوڑتا ہوا مختلف راہداریوں کو عبور کر کے لاک آپ کے عقب میں موجود راہداری میں جا پہنچا اور پھر جب وہ لاک آپ کے عقبی کمرے میں داخل ہوا تو وہاں پڑی لاش دیکھ کہا اُس کا شک یقین میں بدل گیا چند لمحوں بعد میجر ہر دیپ کمار دس بارہ مسلح جوانوں کو لیے آوارہ ہوا۔

”سر میں نے مین گیٹ پر موجود محافظوں سے پتہ کیا ہے اُن کا کہنا ہے کہ گزشتہ دو تین گھنٹوں میں کوئی بھی سویلین ہیڈ کوارٹرز بلڈنگ سے باہر نہیں نکلا۔ میرا خیال ہے وہ لوگ ابھی ہیڈ کوارٹرز میں ہی چھپے ہوں گے!“ میجر نے آتے ہی کرنل سے مخاطب ہو کر کہا۔

یہ سنتے ہی کرنل نے عمارت کی مکمل تلاشی کا حکم دے دیا اور گن بردار پوری عمارت میں پھیل گئے۔ کرنل ارجن کا یہ سوچ کر دل بیٹھا جارہا تھا کہ اس واقعہ پر جنرل اشوک کا رد عمل کیا ہوگا۔ کیونکہ اس لاپرواہی کے نتیجے میں اُس کی سابقہ کارکردگی بھی صفر ہو کر رہ گئی تھی اور ایسا ہونا کرنل کو کسی بھی قیمت پر گوارا نہ تھا۔

دن کے بارہ بج رہے تھے اور گرمی کافی بڑھ گئی تھی۔ تمام ممبرز خیمے میں بیٹھے دوپہر کا کھانا کھانے میں معروف تھے کہ صفدر کیپٹن شکیل سے مخاطب ہو کر کہنے لگا۔

”کیپٹن ٹائم کیا ہو رہا ہے!“

”بارہ بج رہے ہیں!“ کیپٹن شکیل اُلجھن آمیز لہجے میں بولا کیونکہ گھڑی اپنی کلائی میں بندھی ہونے کے باوجود صفدر اس سے ٹائم پوچھ رہا تھا۔

”بارہ بج گئے!“ صفدر نے کن اکھیوں سے تنویر کی طرف دیکھ اور حیران ہونے کی اداکاری کرتے ہوئے بولا۔

”اور سب ممبرز صفدر کا اشارہ سمجھ کر کھلکھلا کا ہنس پڑے کیونکہ تنویر اس وقت نائب حوالدار بلوندر سنگھ کے روپ میں تھا اور صفدر کا اشارہ بھی اسی جانب تھا۔ خود تنویر بھی آج خاصی رواداری کا مظاہرہ

کر رہا تھا اس لیے وہ بھی اُن کے ساتھ ہی مسکرانے لگا۔
 ”پتہ نہیں عمران اور جولیا اس وقت کس حال میں ہوں گے؟“ کیپٹن ٹکیل بات کا رخ موڑتے ہوئے بولا۔

”مجھے تو شروع سے ہی اس چکر کا کوئی مقصد نظر نہیں آیا۔ جب یہاں پہنچ ہی گئے ہیں تو آج کا دن انتظار کرتے اور رات کو اچانک حملے کے ذریعے معاملہ نمٹا دیتے!“ تنویر منہ بناتے ہوئے بولا۔
 ”میرا خیال ہے عمران نے معلومات حاصل کرنے کے لیے یہ سارا چکر چلایا ہے!“ صفدر تنویر کی بات نظر انداز کرتے ہوئے بولا۔
 ”کیوں نہ واچ ٹرانسمیٹر پر رابطہ قائم کر کے دیکھ لیں کہ وہ کس حال میں ہیں!“ نعمانی نے تجویز پیش کی۔

”پتہ نہیں وہ کس سچویشن میں ہوں میرا خیال ہے کہ رات تک انتظار نہ کر لیا جائے!“ صفدر نے نعمانی کی تجویز پر رائے دی۔ ابھی وہ باتیں کر ہی رہے تھا کہ خیمے میں تیز سیٹی کی آواز گونج گئی۔ سب لوگ یکدم ٹھٹھک گئے۔ بی ایس ایف کے وائرلیس کا ریڈ سگنل سپارکنگ کر رہا تھا۔

”صوبیدار جی ہیڈ کوارٹر سے کال آئی ہے!“ کیپٹن ٹکیل صفدر کو یاد دلاتے ہوئے بولا کہ اُسے کس حیثیت سے بات کرنی ہے۔
 صفدر جلدی سے اٹھا اور وائرلیس کا ریسیونگ بٹن آن کرتے ہوئے صوبیدار گوبی چند کی آواز میں بولنے لگا۔
 ”لیس..... صوبیدار گوبی چند اینڈنگ یو آر آن دی لائن اوور!“

”کیپٹن شاستری کالنگ یو اوور!“ وائرلیس سے سب ہیڈ کوارٹر کے انچارج کی آواز آئی۔
 ”لیس سر آئی ایم اینڈنگ یو اوور!“ صفدر نے مودبانہ لہجے میں کہا۔

”آج صبح جس کمانڈو پارٹی کو تم لوگوں نے گرفتار کیا تھا۔ وہ تھوڑی دیر قبل ہیڈ کوارٹر سے فرار ہو گئی ہے کرنل ارجن اُن کی تلاش کی مہم میں بذاتِ خود شریک ہیں۔ انہوں نے نگرانی مزید سخت کرنے کا حکم دیا ہے اور میں نے یہ کال بھی اسی لیے کی ہے کہ تم لوگ مزید چوکنا ہو جاؤ اوور!“ کیپٹن شاستری نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔
 ”لیس سر ہم ہر طرح سے الرٹ ہیں!“ صفدر پر اعتماد لہجے میں بولا۔

”مجھے تمہاری صلاحیتوں پر اعتماد ہے کرنل کا حکم ہے کہ وہ لوگ اگر فرار کی کوشش کریں تو کسی قیمت پر کامیاب نہ ہونے پائیں!“ کیپٹن نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔

”سر اگر ان لوگوں نے اس دفعہ بھی ادھر کا رخ کیا تو ہم انہیں ایک بار پھر آپ کے قدموں میں لا ڈالیں گے!“ صفدر جانتا تھا کہ عمران مقصد کے حصول کے بعد لازماً اسی طرف کا رخ کرے گا اس لیے وہ کیپٹن کو اس چوکی کی طرف سے بالکل لاپرواہ کر دینا چاہتا تھا۔
 ”دیری گڈ مجھے تم لوگوں سے پوری پوری امید ہے کہ تم سب واقعی ایسا کر سکتے ہو اوور!“ کیپٹن شاستری تحسین آمیز لہجے میں بولا۔

”تھینک یوسر اوور!“ صفدر مشکور لہجے میں بولا۔
 ”آئی ویش یو گڈ لک اوور اینڈ آل! کیپٹن سلسلہ کلام منقطع کرتے
 ہوئے بولا اور اس کے ساتھ ہی صفدر نے ہاتھ بڑھا کر وائرلیس آف
 کر دیا۔

”مجھے پہلے ہی امید تھی کہ وہ دونوں اب تک کچھ ہاتھ دکھا چکے
 ہوں گے!“ عمران کے فرار کا سن کہ نعمانی بولا۔

”میرا خیال ہے ضروری معلومات حاصل کرنے کے بعد وہ ادھر
 ہی کا رخ کریں گے اس لیے ہمیں ہر طرح سے تیار رہنا چاہیے!“
 کیپٹن شکیل بھی عمران اور جولیا کے فرار کا سن کر پُر جوش ہو رہا تھا۔
 سائے اب ڈھلنا شروع ہو گئے تھے ممبرز خیمے سے نکلے اور صفدر
 نے نعمانی اور چوہان کو دائیں اور تنویر اور صدیقی کو بائیں طرف کا راؤنڈ
 لگانے کے لیے بھیج دیا۔ اور خود خیمے کے ارد گرد ڈھلتے ہوئے کیپٹن شکیل
 کے ساتھ باتوں میں مشغول ہو گیا۔

عمران سانس رو کے الماری کے پیچھے کھڑا تھا۔ پانچوں گن مین
 ریکارڈ روم میں ادھر ادھر گھوم رہے تھے۔ دو آفیسر باہر دروازے پر
 کھڑے تھے جن میں ایک شاید اس مہم کی نگرانی کر رہا تھا اور دوسرا
 ریکارڈ روم کا انچارج معلوم ہو رہا تھا۔
 ”کچھ ملا؟“ مہم کے نگران نے اونچی آواز میں تلاشی لینے والے

گن برداروں سے پوچھا۔
 ”نوسرا بھی تک تو کچھ بھی نظر نہیں آیا!“ گن برداروں میں سے
 ایک جو بڑی سی میز تلے جھانک رہا تھا چلایا۔
 ”ملے گا بھی کیا لاک دروازے میں سے شاید ہی کوئی انسان گزر
 سکتا ہوگا؟“ ریکارڈ روم کے انچارج نے تبصرہ کیا اس اچانک تلاشی کے
 لیے طلب کیے جانے پر ناگواری کا اظہار اس کے لہجے میں نمایاں
 تھا۔

”نہیں ہے کچھ تو پھر آ جاؤ!“ تلاشی کی مہم کے نگران نے بجھے ہوئے لہجے میں کہا وہ شاید اس طویل مہم سے خود بھی اکتا چکا تھا۔ اس کے ساتھ ہی پانچوں گن بردار باہر نکل گئے۔ عمران کو جونہی دروازہ لاک ہونے کی آواز سنائی دی اُس نے سکون کا سانس لیا۔ تلاشی کے لینے آئیوالوں کے قدموں کی چاپ دور جاتی محسوس ہوئی تو وہ الماری کے پیچھے سے باہر نکل آیا عمران کو باہر آتا دیکھ کر جولیا بھی الماری کے عقب سے نکل آئی تھی۔

”میرا خیال ہے ریکارڈ روم میں گھسنے کا فائدہ بھی اٹھا لینا چاہیے!“ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی مختلف فائلیں اٹھا کر اُن کا مطالعہ شروع کر دیا۔ جولیا بھی اس دوران خاصی سرگرمی کا مظاہرہ کر رہی تھی۔

عمران نے میزائل تنصیبات، بجلی گھر، ایر بیس اور راڈار اسٹیشن سے متعلق ایک ایک پہلو کی ہر طرح سے تحقیق کی اور اس بات کا بھی جائزہ لیا کہ پیٹرول، گولہ بارود اور دوسرے ہتھیاروں کے ڈپو کہاں کہاں ہیں۔ ریکارڈ کے مطالعہ سے یہ بات بھی عمران کے علم میں آئی کہ کافرستان آرمی اگلے چند روز میں اچانک حملے کا پلان بنا چکی تھی ریکارڈ کے مطابق میزائل شکن نظام پیٹریاٹ اور زمین سے زمین پر مار کرنے والے پرتھوی فائو میزائلوں کی تنصیب مکمل ہو چکی تھی عمران پر یہ انکشاف بھی ہوا کہ کافرستانی فوج نے ہنگامی طور پر تیار کیئے گئے پرتھوی فائو میزائل بڑی تعداد میں یہاں نصب کر رکھے ہیں اور

ایکریمیا نے تاریخ انسانی کے تباہ کن ترین 15 اور 21 ہزار پونڈ طاقت کے جدید ترین بم ان میزائلوں پر نصب کرنے کے لیے کافرستان کو فراہم کر دیئے ہیں۔ 15 ہزار پونڈ طاقت کے امریکی بم کو ”ڈیزی کز“ جبکہ 21 ہزار پونڈ طاقت کے بم کو ”بمیں کی ماں“ کا کوڈ نام دیا گیا تھا۔ یہ ایکریمیا کے اسلحہ خانے کے خفیہ ہتھیاروں میں شامل تھے اور دنیا ابھی تک ان تباہ کن امریکی ایجادات سے بے خبر تھی، کافرستان نے یہ منی ایٹم بم ہدف تک لے جانے کے لیے غیر معمولی طاقت کے پرتھوی فائو میزائل تیار کیئے تھے پرتھوی سیریز میں ان دیوہیکل میزائلوں کی تیاری بھی خفیہ طور پر کی گئی تھی 21 ہزار پونڈ وزنی ”بمیں کی ماں“ ایک بھاری بھر کم ہتھیار تھا اس لیے خصوصی طور پر تیار کیئے گئے پرتھوی فائو میزائل بھی اسے سو ڈیڑھ سو کلومیٹر سے زیادہ دور نہیں لے جاسکتے تھے یہی وجہ تھی کہ کافرستان کو پرتھوی فائو نصب کرنے کیلئے جیسلمیر میں ہنگامی میزائل تنصیبات قائم کرنا پڑیں یہ میزائل 5 سے 10 منٹ کے اندر کریم یارخان میں اپنے ہدف کو نشانہ بنانے کی صلاحیت رکھتا تھا، سرحد کے قریب سے ہی فائر کرنے کا ایک فائدہ یہ بھی تھا کہ پاکیشیاء کا میزائل شکن نظام اس کے حملے کا توڑ نہیں کر سکتا تھا۔ جو اس نے شوگران کے ساتھ مل کر مشترکہ طور پر حال ہی میں تیار کیا تھا، ایکریمیا اور شوگران سمیت تقریباً تمام ممالک کے میزائل شکن نظام اب تک عموماً طویل اور درمیانے فاصلے تک مار کرنے والے میزائلوں کے توڑ کیلئے کسی حد تک موثر ثابت ہوئے ہیں لیکن کم فاصلے

پر مار کرنے والے تیز رفتار میزائلوں کا اچانک حملہ روکنے کی یقینی ضمانت تا حال کسی بھی ملک کا میزائل شکن نظام فراہم نہیں کر سکا ریکارڈ روم سے یہ معلومات بھی عمران کے ہاتھ لگیں کہ جدید اسلحہ سے لیس مگ میراج اور جیگوار طیاروں کے کئی سکواڈرن ایئر بیس پر پہنچ چکے ہیں تمام فوجی تنصیبات سے متعلق معلومات حاصل کرنے میں اسے کئی گھنٹے لگے اب شام ہو رہی تھی اور اندھیرا دھیرے دھیرے بڑھتا جا رہا تھا خود عمران کو بھی اسی کا انتظار تھا تا کہ باہر نکل کر وہ سیکرٹ سروس کے ممبران سے رابطہ قائم کر سکے پون گھنٹہ تک مزید انتظار کے بعد عمران نے جولیا سے ہیر پین دوبارہ طلب کی اور اُسے مخصوص انداز میں موڑ کر دروازے کا لاک کھول دیا۔ جولیا کو ہیر پین واپس تھماتے ہوئے اُس نے باہر راہداری میں جھانکا تو وہ سنسان پڑی تھی۔ جگہ جگہ بلب روشن تھے جنہوں نے راہداری کو بقعہ نور بنا رکھا تھا۔

جولیا کو ساتھ آنے کا اشارہ کرتا ہوا وہ کمرے سے باہر نکل آیا۔ بے آواز طریقے سے چلتے ہوئے جونہی وہ پہلا موڑ مڑے سامنے سے ایک گن بردار کو آتا دیکھ کر ٹھٹھک کر رک گئے وہ شاید راہداری میں پہرہ دے رہا تھا۔

عمران اور جولیا کو اپنے سامنے دیکھ کر ایک لمحے کے لیے وہ حیرت زدہ سا رہ گیا۔ دوسرے ہی لمحے وہ سنبھلا اور مشین گن کا رخ عمران کی طرف کرتے ہوئے ٹریگر دبانا چاہا لیکن اس وقت تک دیر ہو چکی تھی عمران نے ایک زوردار فلائنگ بک پہریدار کے سینے پر ماری اور وہ

اُلٹ کر گر مشین گن اس کے ہاتھوں سے چھوٹ کر دور جا گری تھی جسے جولیا نے بڑھ کر اٹھالیا۔ پہریدار پہلے ہی حملے میں زمین بوس ہو گیا تھا۔ اس لیے عمران بڑے اطمینان سے اس پر جھکا۔

ساکت پہریدار میں یکلخت حرکت پیدا ہوئی اور اس کے دونوں بوٹ بھر پور انداز میں عمران کے سینے پر پڑے۔ عمران کو پہریدار سے اس چالاکی کی ہرگز توقع نہ تھی چنانچہ مار کھا گیا۔ لیکن اس نے اٹھنے میں دیر نہیں لگائی تھی پہریدار بھی فوراً کھڑا ہو گیا تھا اور خونخوار نظروں سے عمران کو گھور رہا تھا۔

عمران جھکائی دے کر تیزی سے اُس کی طرف بڑھا اور بائیں ہاتھ کا اشارہ دیتے ہوئے داہنے ہاتھ کا ایک بھر پور پینچ پہریدار کے منہ پہ رسید کیا جس سے اسے راہداری میں بھی تارے نظر آ گئے لیکن حیرت انگیز طور پر اُس نے خود پر قابو پایا اور جھکے جھکے انداز میں ایک زوردار ٹکر عمران کے منہ پہ دے ماری۔ عمران نے ہر چند بچنا چاہا لیکن پہریدار کا سر اُس کی ٹھوڑی پر آ ہی لگا۔ اب کے عمران نے بھی دیر نہیں لگائی تھی۔ اس نے پہریدار کو دونوں ہاتھوں پہ اٹھایا اور پلک جھپکتے میں زمین پر دے مارا۔ جونہی اوہ کی آواز کے ساتھ اُس نے اٹھنے کی کوشش کی عمران کے پاؤں مشینی انداز میں چلنے لگے۔ عمران کی پے درپے ٹھوکروں نے پہریدار کا چہرہ لبو لبہان کر دیا تھا اور پھر گیلری اس کی ہولناک چیخوں سے گونجنے لگی۔

پہریدار فرش پر پڑا ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا۔ عمران

نے جولیا سے گن لی اور اس کا فولادی بٹ پہریدار کے سر میں دے مارا فوراً ہی راہداری میں سکوت چھا گیا کیونکہ پہریدار کی کھوپڑی ایک ہی وار میں پاش پاش ہو چکی تھی۔ اس مصیبت سے جان چھڑا کر عمران جلدی سے باہر کی طرف لپکا وہ مزید اُلجھے بغیر اس عمارت سے نکل جانا چاہتا تھا۔ عمارت کے مرکزی دروازے کے قریب پہنچتے ہی عمران نے دیکھا کہ تین گن بردار تیزی سے اُنہی کی طرف آرہے تھے۔ وہ شاید ہیڈ کوارٹر کے مین گیٹ پر تعینات تھے اور اپنے ساتھی کی چیخیں سن کر بھاگے چلے آرہے تھے۔

عمران نے ایک لمحے کا توقف کیے بغیر ٹریگر دبا دیا اور فضا مشین گن کی مخصوص ریٹ ریٹ سے گونج اُٹھی۔ گولیاں تینوں کے جسموں کو چھیدتی ہوئی گذر گئیں تھیں اور وہ لہراتے ہوئے فرش پر گر پڑے۔ جولیا نے ان میں سے ایک کی گن اٹھائی اور دونوں تیزی سے باہر نکل آئے۔

رات کے سناٹے میں مشین گن کی تڑتڑاہٹ دور دور تک سُنی گئی تھی۔ اس لیے عمران نے باہر نکلتے ہی ادھر ادھر دیکھا اور درختوں کے ایک جھنڈا کی طرف دوڑ لگا دی۔ جہاں گھپ اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ اب فوری طور پر اندھیرا ہی اُن کی بہترین پناہ گاہ تھا۔ فائرنگ کے شور سے گرد و پیش میں موجود لوگوں میں ہلچل مچ گئی تھی۔ خاص طور پر سکیورٹی فورسز کے جوان چند منٹ میں ہی وہاں آوارہ ہوئے اور دور و نزدیک کے علاقے کو کھگانا شروع کر دیا۔

عمران اور جولیا اندھیرے کی آڑ لے کر کور ہیڈ کوارٹرز سے دور ہٹے رہے۔ وہ اگرچہ ٹھیک طرح سے اندازہ نہ لگا سکتے تھے لیکن دونوں کی حتی الوسع کوشش تھی کہ اُن کا رُخ اُسی جانب رہے جہاں سیکرٹ سروس بی ایس ایف کے روپ میں ڈیرہ ڈالے ہوئے تھی۔

ریت پر چلنا تو عام حالات میں بھی خاصا کٹھن کام ہے لیکن اندھیرے نے اسے اور بھی مشکل بنا دیا تھا۔ اسی وجہ سے اُن کی رفتار قدرے سست رہی تقریباً نصف گھنٹے کے مسلسل سفر کے بعد وہ اب کور ہیڈ کوارٹرز سے خاصی دور نکل آئے تھے۔ خاصی دیر تاریکی میں گزارنے کی وجہ سے وہ اندھیرے میں دیکھنے کے قابل ہو گئے تھے۔ اب وہ ایسی جگہ سفر کر رہے تھے جہاں اُن کے اندازے کے مطابق بی ایس ایف کی قائم کردہ حفاظتی پٹی اُن سے قریب ہی تھی اس لیے اُن کی کوشش یہ تھی کہ وہ درست راہ اختیار کریں۔

”کیوں نہ صفدر سے رابطہ قائم کر کے کوئی اشارہ حاصل کر لیں!“ جولیا نے مشورہ دیا اور عمران نے وائچ ٹرانسمیٹر پر صفدر کی مخصوص فریکوئنسی سیٹ کی اور اُسے آن کر دیا۔

”عمران کالنگ یو ہو آر آن دی لائن اوور!“ عمران نے کہنا شروع کیا۔

”یس صفدر انینڈنگ یو عمران تم کہاں ہو!“ جواب میں چند لمحوں کے بعد صفدر کی آواز سنائی دی۔

”ہم تمہارے قریب ہی ہیں راستے کے انتخاب میں ہمیں ذرا

مشکل پیش آرہی ہے اس لیے تم ذرا گیس لیمپ خیمے سے باہر لے کر آؤ اور!“ عمران نے کہا۔

”ہم لیمپ کو خیمے سے باہر لا رہے ہیں اور!“ صفدر کی آواز سنائی دی اور وہ دونوں گھور گھور کر چاروں جانب دیکھنے لگے کہ کہیں روشنی کا کوئی نقطہ نظر آئے لیکن بے سود۔

”گیس لیمپ خیمے سے باہر ہے کیا آپ اسے دیکھ رہے ہیں اور!“ صفدر کی آواز ٹراسمیٹر میں دوبارہ گونجی قبل اس کے کہ عمران کوئی جواب دیتا جولیا چلائی۔
”وہ دیکھو!“

عمران نے جب نظر گھمائی تو بائیں جانب کافی فاصلے پر کچھ آگے کی جانب انہیں روشنی کا ایک نقطہ سا ٹمٹماتا ہوا دکھائی دیا۔
”ہاں ہمیں نظر آ رہا ہے اب ذرا لیمپ کو اوپر نیچے حرکت دو اور!“ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی وہی نقطہ اوپر نیچے حرکت کرنے لگا۔

”ٹھیک ہے اب لیمپ خیمے کے اندر لے جاؤ ہم پہنچ رہے ہیں اور اینڈ آ!“ عمران نے کہا اور اس کے ساتھ ہی رابطہ منقطع کر دیا۔ اور پھر عمران اور جولیا نے اُسی نقطے کی سمت میں سفر شروع کر دیا۔ کوئی پندرہ منٹ مسلسل چلنے کے بعد انہیں ایک خیمے کا ہیولہ سا دکھائی دیا۔ ابھی وہ تھوڑا آگے بڑھے ہوں گے کہ ایک کڑکڑاتی آواز سنائی دی۔

”ہالٹ!“ اس کے ساتھ ہی عمران اور جولیا ٹھٹک کر رک گئے گئیں اُن کے کندھوں سے لٹک رہی تھیں۔

”ہینڈ زاپ!“ وہی آواز دوبارہ گونجی اور دونوں نے ہاتھ اوپر اٹھادیئے ٹھکیل کی آواز آئی۔

”عمران یہ تم ہو!“

”ہاں کیپٹن..... مگر تم کہاں ہو اور یہ ہمیں ذرا کون رہا ہے!“ عمران نے معصومانہ لہجے میں کہا۔

”یہ اس جبری شیر جوان کا کام ہے!“ تنویر قریب ہی سے نمودار ہو کر سینے پہ ہاتھ مارتا ہوا بولا اور دونوں اُس کے ہمراہ خیمے میں جا پہنچے جہاں سب ممبرز موجود تھے عمران نے دیکھا کہ وہ سب ابھی تک پرانے میک اپ ہی میں تھے۔

”دیکھو جولیا تنویر اپنے اصلی روپ میں کس قدر خوبصورت لگ رہا ہے!“ عمران نے تنویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا جو اس وقت نائب حوالدار بلوند رنگہ کے حلیے میں تھا اور سب لوگ مسکرا دیئے۔

عمران نے سب سے پہلے اسیری سے فرار کی داستان سناتے ہوئے ممبرز کو ریکارڈ روم سے حاصل کردہ معلومات کے بارے میں بتایا اور پھر وہ سب رات کا کھانا کھانے میں مصروف ہو گئے۔ جو شام کو بی ایس ایف کی گاڑی ہر چوکی پر پہنچا جاتی تھی۔ کھانے کے دوران تنصیبات کی تباہی سے متعلق مختلف تجاویز پر گفتگو جاری رہی۔ طویل غور و خوض کے بعد طے پایا کہ فائل آپریشن میں دیر نہیں کی جانی چاہیے۔

اس لیے اسی رات یہ کاروائی کر ڈالنے پر اتفاق ہو گیا۔

تنصیبات کی تباہی کے لیے سیکرٹ سروس کے تین گروپ بنائے گئے اور علیحدہ علیحدہ تین ٹارگٹس کو ہٹ کرنے کا کام ہر گروپ کو سونپا گیا۔ پہلے گروپ کا کام پیٹرول کے ذخائر اور تھرمل بجلی گھر کی تباہی تھا اس میں تنویر نعمانی اور چوہان شامل تھے۔ دوسرے گروپ کو میزائل تنصیبات کی تباہی سونپی گئی اس میں صفدر کیپٹن شکیل اور صدیقی شامل تھے تیسرا گروپ عمران اور جولیا پر مشتمل تھا۔ ریڈار اسٹیشن، انٹر بیس اور طیاروں کی تباہی ان کے ذمہ لگائی گئی۔ خیمے میں چھپایا گیا جدید ترین اسلحہ نکال لیا گیا تھا۔ ہینڈ گرنیڈ، ٹائم بم اور ڈائنامیٹ ہر ممبر نے کافی تعداد میں اپنی جیبوں اور پشت پر لدے تھیلوں میں ٹھونس لیے۔

تیاری مکمل ہوتے ہی کوئی لمحہ ضائع کیئے بغیر وہ سب جیسلمیر کے مضافات میں کور ہیڈ کوارٹرز سے ملحق تنصیبات کے طویل سلسلے کی جانب چل دیئے۔ رات کے تقریباً ساڑھے دس بج رہے تھے۔ ٹارگٹس تک پہنچنے کیلئے انہیں صحرائی علاقے میں کوئی تین کلومیٹر سفر طے کرنا تھا۔

تقریباً پونے بارہ بجے وہ کور ہیڈ کوارٹرز کے مضافات میں جا پہنچے۔ یہاں آ کر تینوں پارٹیاں ایک دوسرے سے جدا ہو گئیں پہلی پارٹی تنویر کی رہنمائی میں پیٹرول ڈپو اور تھرمل بجلی گھر کی جانب چل دی عمران نے ریکارڈ روم سے حاصل شدہ معلومات کے مطابق پیٹرول کے ذخائر اور تھرمل بجلی گھر کی ساخت، حفاظتی نظام اور تمام ممکنہ راستوں سے متعلق

انہیں اچھی طرح بریف کر دیا تھا۔

کیپٹن شکیل اور صدیقی صفدر کی رہنمائی میں بطور پارٹی نمبر 2 پر تھوی اور پیٹریاٹ میزائل تنصیبات کی جانب چل دیئے عمران نے انہیں بھی میزائل تنصیبات کے محل وقوع اور جدید حفاظتی حصار کے بارے میں آگاہ کر دیا تھا۔

عمران اور جولیا تیسری پارٹی کے طور پر اس رہائشی کالونی کی طرف جارہے تھے جہاں کافرستان آرمی اور فضائیہ کے آفیسرز رہائش پذیر تھے۔ عمران اپنے لیے ایک منفرد پلان ترتیب دے چکا تھا۔ اس نے ریکارڈ روم میں سپیشل سکیورٹی فورسز کے بارے میں پڑھا تھا جو ہنگامی حالات سے عہدہ برا ہونے کے لیے وجود میں لائی گئی تھی۔ ریکارڈ روم ہی سے عمران کو ایک میجر کا پتہ ملا تھا جس کا تعلق اس فورس سے تھا اور اب عمران کو اسی کی تلاش تھی۔ رہائشی کالونی میں پہنچ کر انہیں زیادہ بھاگ دوڑ کیئے بغیر مطلوبہ کونٹریل گئی۔ جس کے باہر میجر آر۔ جی پرشاد سپیشل سکیورٹی فورسز کی نیم پلیٹ لگی تھی۔

یہ چھاؤنی کا علاقہ تھا۔ اس لیے ہر کونٹریل پر علیحدہ چوکیدار مقرر نہ تھا۔ صرف بی ایس ایف کے جوان ہی گشت کرتے رہتے تھے جن سے بچ کر عمران اور جولیا بالآخر یہاں پہنچ گئے۔ گیٹ اندر سے بند تھا عمران گیٹ پر چڑھ کر اندر کود گیا اور جب گیٹ کھولنے کے لیے جھکا تو وہاں ایک بڑا سا تالا لٹک رہا تھا۔ یہ دیکھ کر عمران نے جولیا کو بھی گیٹ پھانسنے کا اشارہ دیا اگلے ہی لمحے جولیا اندر چھلانگ لگا چکی تھی۔

دونوں تیز تیز قدم اٹھاتے برآمدے میں پہنچے کوریڈور کا دروازہ اندر سے بند تھا۔ عمران نے دوسرے دروازوں اور کھڑکیوں پر طبع آزمائی کی لیکن وہ بھی بند ہی ملیں۔ عمران ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ اندر داخل ہونے کے لیے کیا طریقہ اختیار کرے کہ ان کے عقب سے ایک کڑکتی ہوئی آواز سنائی دی۔

”ہینڈ ز آب!“

عمران اور جولیا نے جب یکدم پلٹ کر دیکھا تو ایک کالے کلوٹے گن مین کو کھڑے پایا جو مشین گن تانے انہیں شعلہ بار نظروں سے گھور رہا تھا۔ وہ شاید گاڑ تھا اور گیٹ کے پہلو میں بنی ہوئی کوٹھڑی سے نکلا تھا جسے نظر انداز کر کے عمران اور جولیا ایک فاش غلطی کر چکے تھے۔ ہتھیار پھینک دینے کے سوا اب کوئی چارہ کار نہ تھا اس لیے مجبوراً دونوں نے گنیں پھینک کر ہاتھ اوپر اٹھا لیے۔ اسی دوران کوریڈور کا دروازہ کھلا اور ڈھلتی عمر کا ایک شخص باہر نکلا۔ یہ شاید میجر تھا۔ اسکے ہاتھ میں ریوالور چمک رہا تھا جولیا اور عمران بُری طرح پھنس چکے تھے۔

عمران وغیرہ سے رخصت ہو کر صفدر، کیپٹن ٹکیل اور صدیقی نے کوریڈور کو ارٹرز کے مضافات میں اس علاقے کا رخ کیا جہاں عمران کی اطلاع کے مطابق میزائل تنصیبات واقع تھیں۔ چھپتے چھپاتے جب تینوں میزائل تنصیبات کے قریب پہنچے تو ایک لمحہ کے لیے ٹھک کر رہ گئے کافرستان آرمی نے ان حساس ترین تنصیبات کو قلعہ نما دیوار کے ذریعے ناقابل رسائی بنا دیا تھا۔

دیوار پر ہر سوفٹ کے فاصلے پر ایک سرچ لائٹ نصب تھی جس نے پورے علاقے کو بقعہ نور بنا رکھا تھا۔ چار دیواری پر خاصی اونچی خاردار تار بھی نصب تھی اور چاروں جانب مسلح محافظ پہرہ دے رہے تھے۔ تینوں نے خاصی سوچ بچار کی مگر سیکورٹی انتظامات اس قدر مکمل تھے کہ بغیر محافظوں کی نگاہ میں آئے اندر داخلہ ناممکن نظر آ رہا تھا کچھ سوچ کر تینوں کھکتے کھکتے آگے بڑھنے لگے۔ فوجی انداز میں کرائٹنگ

کرتے ہوئے وہ مسلسل آگے بڑھتے رہے۔

دیوار کے قریب آ کر کیپٹن شکیل نے جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک ہینڈ گرنیڈ نکال کر بغیر پن نکالے ایک سرچ لائٹ پر دے مارا۔

ایک چھناکے کے ساتھ بلب ٹوٹ کر نیچے آگرا اور اب وہاں اندھیرا سا چھا گیا تھا۔ سرچ لائٹ کے اچانک ٹوٹ جانے سے ایک گشتی محافظ تیزی سے اس طرف آیا۔ وہ شاید اس چھناکے کی وجہ معلوم کرنا چاہتا تھا۔

صفدر کیپٹن شکیل اور صدیقی دم سادھے ریت پر لیٹے رہے۔ محافظ چونکہ روشنی سے اندھیرے کی طرف آ رہا تھا۔ اس لیے ممبران کو دیکھ نہ سکا اور آگے بڑھتا چلا آیا جونہی وہ قریب پہنچا صفدر نے جمپ لگایا اور جھپٹ کر اُسے دبوج لیا۔ محافظ اس اچانک افتاد پر بدحواس سا ہو گیا تھا اس لیے بر وقت اپنا دفاع نہ کر سکا اور صفدر کے ایک دو کرارے ہاتھوں سے ہی ڈھیلا پڑ گیا۔

”دیوار کی اس سائیڈ میں حفاظتی عملہ کتنا ہے!“ صفدر نے محافظ کو قابو کر لینے کے بعد سرد لہجے میں کہا۔

”کک..... کون ہو تم!“ محافظ ہکلاتے ہوئے بولا اور اس کے ساتھ ہی پٹاخ سے صفدر نے داھنے ہاتھ کا بھرپور تھپڑ محافظ کے منہ پر جمادیا۔

”سوال نہیں مسٹر خیریت چاہتے ہو تو جلدی جلدی جواب دیتے جاؤ!“ صفدر کرخت لہجے میں غرایا۔

”کس..... سات میں!“ محافظ کی ہمت جلد ہی جواب دے گئی تھی اس لیے مردہ سے لہجے میں بولا۔

”ان کی ڈیوٹی کہاں کہاں ہے جلدی بناؤ تفصیل سے!“ صفدر کا لہجہ بدستور تلخ تھا۔

”ہم تین سامنے والے گیٹ پر ہیں اور دودو دائیں بائیں گشت کرتے ہیں!“ محافظ اب فرفر بولنے لگا تھا۔

”تمہارا نام کیا ہے؟“ اب کے کیپٹن شکیل نے پوچھا تھا۔

”پٹیل.....!“ محافظ خوفزدہ سی نظروں سے کیپٹن کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

”عمارت کے اندر کا حفاظتی نظام کیا ہے؟“ صفدر نے پوچھا۔

”ہمیں اندر جانے کی اجازت نہیں ہے!“ محافظ نے جواب دیا۔

”جھوٹ نہیں مسٹر!“ صفدر غرایا۔

”نن نہیں..... مم میں سچ کہہ رہا ہوں!“ محافظ کہنے لگا اور صفدر نے اس کے چہرے کے تاثرات سے اندازہ لگا لیا کہ وہ جھوٹ نہیں بول رہا۔

”تمہارا انچارج کون ہے؟“ صفدر نے سوال کیا۔

”حوالدار رتن ناتھ جی!“ محافظ نے جواب دیا۔

اس کے ساتھ ہی صفدر نے کرائے کا ایک ہلکا سا ہاتھ دیا اور محافظ کی گردن ڈھلک گئی وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔ صفدر نے فوراً صدیقی کو سامنے بٹھایا اور اس پر پٹیل کا میک آپ کرنے لگا۔ میک آپ کا یہ

سامان وہ پاکیشیاء ہی سے ساتھ لائے تھے اور ہر ممبر کے پاس اس کا ایک ایک بانگس موجود تھا۔ چند منٹ کے بعد وہاں دو ٹیل موجود تھے۔ صدیقی نے جلدی سے محافظ کی وردی اتاری اور خود پہن لی۔ اسی دوران محافظ میں کچھ حرکت پیدا ہوئی۔ اب کے کیپٹن شکیل نے ایک سخت ہاتھ دیا اور کی زندگی کا چراغ گل ہو گیا۔

”چلو خس کم جہاں پاک!“ صفدر نے کہا اور پھر وہ صدیقی کو سمجھانے لگا کہ کس طرح اس نے ٹیل کے روپ میں انچارج رتن ناتھ جی کے پاس جانا ہے اور بلب ٹوٹنے کا حوالہ دے کر کسی کی موجودگی کا شبہ ظاہر کرنا اور گیٹ پر موجود افراد کو یہاں لانا ہے۔ صدیقی نے محافظ کی راتقل سنبھالی اور گیٹ کی جانب چل دیا۔ صفدر اور کیپٹن شکیل وہیں ریت پر بیٹھے صدیقی کو جاتا دیکھ رہے تھے۔ ان کے مشن کی کامیابی کا انحصار اب صدیقی کی کارکردگی پر تھا۔ ابھی وہ یہ سوچ ہی رہے تھے کہ گیٹ کی جانب سے انہیں تین محافظ اپنی طرف آتے دکھائی دیئے۔ ان میں صدیقی ٹیل کے روپ میں آگے آگے تھا اور اشاروں کے ذریعے باقی دونوں کو کچھ بتانے کی کوشش کر رہا تھا۔ صفدر اور کیپٹن شکیل شکار کی تاک میں تھے۔

جوں ہی صدیقی دوسرے دونوں محافظوں کو لے کر اُن کے قریب پہنچا صفدر سرد لہجے میں غرایا۔

”ہینڈز آپ!“ اور جواباً صدیقی نے فوراً ہاتھ بلند کر لیے۔ اس کی دیکھا دیکھی پہلے دوسرے محافظ اور پھر انچارج نے بھی اپنی اپنی رائفلیں

پھینک دیں۔

صفدر اپنی گن تانے آگے بڑھا اتنی دیر میں کیپٹن شکیل نے بڑھ کر دونوں کی رائفلیں اٹھالیں۔ ٹیل کے روپ میں صدیقی آگے بڑھا اور صفدر کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور دونوں محافظوں کو کور کر لیا انچارج اور اس کا ساتھی حیرت سے صدیقی کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اور پھر جب معاملہ ان کی سمجھ میں آیا تو انچارج کا ساتھی نفرت بھرے لہجے میں آہستہ سے بولا۔

”غدار!“

اور اس کے ساتھ ہی کیپٹن شکیل نے اپنی گن کا بٹ پوری قوت سے اس کے سر پر دے مارا اور وہ کٹے ہوئے درخت کی طرح زمین پر آگرا اپنے ساتھی کا حشر دیکھ کر انچارج کے رہے سبے اوسان بھی جاتے رہے۔

”مسٹر رتن ناتھ جی اس کا نام کیا ہے؟“ صفدر بیہوش محافظ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولا۔

”دھرمیندر!“ انچارج نے جواب دیا۔

”تم ان سب کے انچارج ہو؟“ صفدر ایک بار پھر غرایا۔

”جج..... جی ہاں!“ انچارج ہکھلایا۔

”عمارت کے اندر کا حفاظتی نظام کیا ہے؟“ صفدر نے سوال کیا۔

”ہمیں اندر جانے کی اجازت نہیں ہے!“ انچارج نے جواب

دیا۔ اس کے چہرے کے تاثرات سے صفدر کو اندازہ لگانے میں دیر نہ

لگی کہ وہ مزید کچھ بھی جانتا ہے۔ تب صفدر نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

”جھوٹ نہیں مسٹر..... گھی اگر سیدھی انگلیوں سے نہ نکلے تو ہم انہیں ٹیڑھا کر لیا کرتے ہیں!“

”ہماری سائیڈ میں اندر پانچ محافظ ہیں ان کے باہر آنے اور ہمارے اندر جانے پر پابندی ہے!“ انچارج جلد ہی راہِ راست پر آ گیا تھا۔

”گیٹ کی چابی کہاں ہے؟“ صفدر نے پوچھا۔

”یہ ہے!“ انچارج جیب سے چابی نکالتے ہوئے بولا۔ اور اس کے ساتھ ہی کیپٹن ثکیل نے اپنی گن کونال سے پکڑا اور اس کا بٹ گھما کر انچارج کے سر پر دے مارا اور وہ اوہ کی آواز نکال کر ڈھیر ہو گیا۔

صفدر نے انچارج اور کیپٹن ثکیل نے دوسرے محافظ کی وردی اتار کر پہن لی اور پھر دونوں نے ایک دوسرے کا میک اپ کرتے ہوئے تقریباً دس بارہ منٹ لگا دیئے۔

دھماکہ خیز مواد کو نئے لباس میں منتقل کرنے اور لاشوں کو ٹھکانے لگانے کے بعد انہوں نے محافظوں کی رائفلیں اٹھائیں اور گیٹ کی جانب چل دیئے۔ اطراف میں انہیں دو محافظ کھڑے نظر آئے لیکن انہوں نے صفدر وغیرہ کی طرف کوئی توجہ نہ دی تھی۔ گیٹ کے قریب پہنچ کر صفدر نے اندر جھانکا تو ساتھ ہی موجود ایک عمارت کے کمرے میں اسے زندگی کے کچھ آثار دکھائی دیتے۔ باقی ساری عمارت سنسان پڑی تھی۔

صفدر نے اک نگاہ سامنے احاطے میں ڈالی۔ جہاں قطاروں میں میزائل بیٹریاں نصب تھیں۔

”شاید سردی سے بچنے کے لیے پانچوں محافظ اندر گھسے ہوئے ہیں!“ صفدر نے سوچا۔ اور پھر انتہائی احتیاط سے اس نے گیٹ پر لگے تالے میں چابی گھمادی گیٹ کو آہستگی سے تھوڑا سا کھول کر وہ اندر داخل ہو گیا۔ کیپٹن ثکیل اور صدیقی نے بھی اس کی پیروی کی تھی۔ اندر پہنچ کر انہوں نے گیٹ کو بند کیا اور بے آواز طریقے سے چلتے ہوئے عمارت کے قریب سے گزرنے لگے۔ کمرے سے باتوں کی آوازیں اب انہیں واضح سنائی دینے لگی تھیں وہ بغیر رُکے چپکے سے گزر گئے۔

ان کے سامنے وسیع و عریض احاطے میں پر تھوی میزائل سر اٹھائے کھڑے تھے۔ صفدر نے کمپاؤنڈ کے وسط میں جا کر کیپٹن ثکیل اور صدیقی کو سرگوشیانہ انداز میں ہدایات دیں اور پھر تینوں نے میزائل بیٹریوں میں ٹائم بم اور ڈائنامیٹ نصب کرنا شروع کر دیئے۔

دیوہیکل ٹرالروں پر نصب ان میزائلوں کو عموماً بڑے بڑے ہینگروں میں پارک کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ میزائل تنصیبات چونکہ ہنگامی بنیادوں پر تعمیر کی گئی تھیں اس لیے میزائل کھلے آسمان تلے قطار اندر قطار کھڑے تھے۔

تینوں ممبران نے ڈائنامیٹ اور ٹائم بم نصب کرنے کے لیے

درمیانی قطار کا انتخاب کیا تھا تاکہ اس میں موجود میزائل پھٹنے پر دائیں بائیں کھڑے ٹرالروں پر نصب میزائلوں کو بھی اپنی پلیٹ میں لے لیں ایک گھنٹے بعد ان کے نصب کیے ہوئے ٹائم بم اور ڈائنامیٹ دھماکے سے پھٹنے والے تھے اس لیے نصف گھنٹے کے اندر کام مکمل کر کے انہوں نے واپسی کی راہ لی۔

کسی بڑی رکاوٹ کے بغیر مشن مکمل ہونے پر وہ خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے واپس گیٹ کی طرف بڑھ رہے تھے کہ اچانک فضا میں ایک گرجدار آواز گونجی۔

”ہالٹ!“

صفدر، کیپٹن شکیل اور صدیقی نے چونک کر دیکھا عمارت کے مرکزی دروازے پر ایک کیپٹن اُن پر مشین گن تانے کھڑا تھا۔ صفدر نے گن پھینکنے میں تامل کیا تو فوراً ہی وہ کیپٹن چیخا۔

”میں کہتا ہوں رائفلیں پھینک دو تم ہمارے نشانے پر ہو!“

اس وقت تک صفدر، کیپٹن شکیل اور صدیقی دوستوں کے عقب سے جھانکنے والی مشین گنوں کو بھی دیکھ چکے تھے اس لیے انہوں نے رائفلیں پھینک کر ہاتھ اٹھالیے۔

”آب آگے بڑھتے چلو!“ کیپٹن نے کہا۔

جب وہ تینوں کچھ آگے چلے گئے تو کیپٹن نے انہیں رکنے کا اشارہ کیا۔ اُن کی رائفلیں کافی پیچھے رہ گئی تھیں جنہیں ایک ستون کی آڑ سے نکلنے والے فوجی نے اٹھالیا۔

”تم یہاں اندر کیا کر رہے تھے؟“ کیپٹن غرایا۔

صفدر کے ذہن میں جھماکہ ہوا کہ وہ سب تو بھارتی محافظوں کے روپ میں ہیں یہ سوچ کر اسے قدرے اطمینان ہوا اور وہ حوالدار رتن ناتھ جی کے لہجے کی بھرپور نقالی کرتے ہوئے بولا۔

”سرا بھی وہ دیوار پر لگی سرچ لائٹ ایک چھناکے سے ٹوٹ گئی تھی۔ ہم نے باہر سے ہر طرح سے چیکنگ کی لیکن کچھ پتا نہ چلا اور جب اندر کچھ حرکت سی محسوس ہوئی تو میں نے سوچا کہ اس طرف سے بھی چیکنگ کرنی چاہیے اس لیے ہم اندر آ گئے!“

”تمہیں پتہ نہیں ہے تمہارے اندر داخل ہونے پر سخت پابندی ہے؟“ کیپٹن ابھی تک گرم تھا۔

”س۔۔۔۔۔ سر دراصل میں اندر تو آپ کو اطلاع کرنے ہی آیا تھا۔ مگر یہ دیکھ کر کہ آپ سب کمرے میں آرام کر رہے ہیں میں نے سوچا کہ آپ کو تکلیف نہ دوں!“ صفدر خوشامدانہ لہجے میں بولا۔

”تم لوگوں نے ضابطے کی خلاف ورزی کی ہے سمجھے۔ اس لیے تمہیں صبح کرنل صاحب کے پاس پیش کرنا پڑے گا۔ تب تک کے لیے تم تینوں خود کو زیر حراست سمجھو!“ کیپٹن نے نادر شاہی حکم جاری کرتے ہوئے کہا۔

اب صفدر، کیپٹن شکیل اور صدیقی تینوں بری طرح پھنس چکے تھے۔ پانچ گن برداروں کے نرغے میں ہونے کی وجہ سے انہیں بچاؤ

کی کوئی صورت نظر نہیں آ رہی تھی اور پھر تینوں کو بندوق کی نوک پر عمارت کے اندر ایک کمرے میں قید کر دیا گیا۔ موت اُن سے صرف چند قدم کے فاصلے پر الٹی گنتی گن رہی تھی کیونکہ ٹائم بموں اور ڈائنامیٹ کے پھٹنے میں بمشکل نصف گھنٹہ باقی تھا اور بچاؤ کی تمام راہیں مسدود ہو چکی تھیں۔

اپنے ساتھیوں سے رخصت ہو کر تنویر نعمانی اور چوہان، عمران کے بتائے ہوئے راستوں پر چلتے ہوئے تیزی سے بجلی گھر کی طرف بڑھنے لگے۔ مختلف خیموں اور کوارٹروں کے درمیان سے گذرتے ہوئے وہ تقریباً 50 منٹ بعد بجلی گھر کے قریب پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ رات آدھی سے زیادہ گذر چکی تھی اس لیے چھاؤنی کا ہر فرد خوابِ خرگوش کے مزے لینے میں مصروف تھا۔ البتہ بجلی گھر کے اندر ابھی تک زندگی رواں دواں تھی۔

”پھر کیا پلاننگ کی ہے آپ نے بجلی گھر کی تباہی کے لیے۔ میرا مطلب ہے ہماری حکمت عملی کیا ہوگی!“ بجلی گھر کے قریب پہنچ کر چوہان نے گروپ لیڈر تنویر سے پوچھا۔

”کیسی پلاننگ اور کہاں کی حکمت عملی!“ تنویر جو کہ گروپ لیڈر تھا سر دلچے میں بولا۔

وہ ہمیشہ سے ڈائریکٹ ایکشن کا قائل تھا۔ اس لیے لمبی چوڑی پلاننگ کو وہ خواہ مخواہ کی سردردی قرار دیتا تھا۔

”میرا مطلب ہے کوئی آئیڈیا وغیرہ!“ چوہان تنویر کے جواب سے شش و پنج میں پڑ چکا تھا۔

”آئیڈیا پلاننگ اور حکمت عملی بس یہی ہے کہ ہمارے سامنے ایک بجلی گھر ہے اور ہم نے اُسے تباہ کرنا ہے!“ تنویر چوہان کی طرف دیکھتے ہوئے عجیب سے لہجے میں بولا۔

اُن تینوں کے پاس پانچ پانچ ہینڈ گرنیڈ اتنی ہی تعداد میں طاقتور ٹائم بم تھے۔ تنویر نے چوہان اور نعمانی کو اپنے ٹائم بموں پر 30 کا وقت سیٹ کرنے کا حکم دیا۔ اور انہیں حملہ کا طریق کار سمجھاتے ہوئے بتایا کہ وہ سب اچانک حملے کے ذریعے بجلی گھر میں گھس جائیں گے۔ اور جہاں سے بھی گذریں گے ٹائم بم گراتے جائیں گے اس سارے عمل میں اندھا دھند فائرنگ اور ہینڈ گرنیڈ کے حملوں کے ذریعے کسی کو بھی سنبھلنے کا موقعہ نہیں دیا جائے گا۔

حملے کا طریق کار طے کرنے کے بعد تینوں چلتے ہوئے بجلی گھر کے گیٹ کے قریب پہنچے اور یکدم گیٹ کی طرف دوڑ پڑے۔ تین گن برداروں کو یوں اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر گیٹ کے محافظ اپنی رائفلوں کو کندھوں سے اتار رہے تھے کہ تنویر کا ہاتھ جیب سے باہر آیا جس میں ایک ہینڈ گرنیڈ تھا۔

دانتوں کے ذریعے پن کھینچ کر تنویر نے اسے گیٹ کی طرف

اچھال دیا۔ ایک زوردار دھماکے سے محافظوں کے گیٹ سمیت پرچے اڑ گئے۔

تنویر کا مشن شروع ہو چکا تھا۔ وہ تینوں تباہ حال گیٹ سے اندر داخل ہوئے۔ بجلی گھر کی اصل عمارت گیٹ سے کافی فاصلے پر تھی۔ جوں ہی وہ اصل عمارت کے قریب پہنچے چار گن بردار محافظ اندر سے نکلے ان کا رخ گیٹ کی طرف تھا سامنے سے آتے تین گن برداروں کو دیکھ کر چاروں محافظ ٹھٹکے۔

اسی وقت تنویر، نعمانی اور چوہان تینوں نے اپنی مشین گنوں کے ٹریگر دبا دیے۔ فضا مشین گنوں کی مخصوص ریٹ ریٹ سے گونج اٹھی اور گولیوں کی بوچھاڑ سے وہ چاروں چھلنی ہو کر فرش پر آ رہے۔ تنویر، نعمانی اور چوہان بغیر رکے دوڑتے ہوئے بجلی گھر کی عمارت کے اندر داخل ہو گئے اور پھر جو بھی راہ میں آیا مارا گیا۔

بجلی گھر آہ و بکا میں ڈوبا ہوا تھا۔ تنویر، نعمانی اور چوہان کی گتیں وقفے وقفے سے تھمبے لگاتیں اور اس آہ و بکا میں اضافہ ہوتا چلا جاتا۔ تینوں دندناتے ہوئے بجلی گھر کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک دوڑتے چلے گئے جگہ جگہ ٹائم بم بکھیرتے وہ سارے بجلی گھر کو کور کرنے کی کوشش میں تھے۔ لوگ اس افتاد سے بچنے کے لیے دروازے کھڑکیاں بند کر رہے تھے لیکن بے سود۔

تنویر، نعمانی اور چوہان ہر رکاوٹ کو چھلنی کر دیتے دروازے کھڑکیاں تو ایک طرف دیواریں بھی ان کا راستہ نہ روک سکیں تھیں۔

جہاں اُن کا جی چاہتا ہینڈ گرنیڈ کے ذریعے شکاف ڈال دیتے۔ تین ہینڈ گرنیڈ انہوں نے پیٹرول ڈپو کی طرف اچھالے تو خوفناک دھماکوں کیساتھ آگ لگ گئی جو تیزی سے پھیلتی جا رہی تھی۔ اہم مقامات پر ٹائم بم لگانے کے بعد وہ تیزی سے باہر کی طرف لپکے۔ انہیں گیٹ پر لوگوں کا جم غیر نظر آیا۔

اس اچانک حملے نے سب لوگوں کے ہوش و حواس اڑا دیئے تھے۔ گیٹ پر شاید کچھ اور محافظ پہنچ چکے تھے اس لیے تنویر نعمانی اور چوہان پر فائرنگ شروع ہو گئی ان تینوں نے بھی بلاتا خیر اپنی گنوں کا رخ گیٹ کی طرف کر دیا اور وہاں بھی بھگدڑ مچ گئی اسی لمحے تینوں کی گنوں سے ٹک ٹک کی آواز آئی۔ راؤنڈ ختم ہو چکے تھے۔

تنویر نے جیب سے ایک ہینڈ گرنیڈ نکالا اور پن نکال کر اُسے گیٹ کی طرف اچھال دیا۔ اس وقت تک نعمانی بھی ایک گرنیڈ گیٹ کی طرف پھینک چکا تھا اور پھر یکے بعد دیگرے دو دھماکے ہوئے اور گیٹ پر گرد و غبار کے ساتھ ساتھ آہ و بکا کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔

تنویر نے جیب سے آخری گرنیڈ نکالا اور اسے سائیڈ کی دیوار کی جڑ میں دے مارا۔ ایک زوردار دھماگے سے دیوار کا یہ حصہ اڑ گیا تھا۔ گیٹ کی طرف جانے کی بجائے تنویر نے اپنے لیے ایک نئی راہ پیدا کر لی تھی اور پھر تینوں دوڑتے ہوئے بجلی گھر کے احاطے سے نکل گئے۔

بجلی گھر کا ہر فرد اپنی اپنی مصیبت میں گرفتار تھا اس لیے کسی نے

بھی ان کی طرف توجہ نہ دی۔ گرد و غبار کے طوفان اور تاریکی کے باعث وہ شاید ہی کسی کو نظر آئے ہوں گے۔ جلد ہی وہ بجلی گھر سے کافی دور نکل گئے اور اب وہ ریت کے ٹیلوں پر بھاگ رہے تھے۔ اُن کا رخ چھاؤنی سے مخالف سمت میں تھا اور وہ اس علاقے سے جلد از جلد دور نکل جانا چاہتے تھے۔ مشین گنوں کو مفت کا بوجھ سمجھ کر انہوں نے راستے ہی میں پھینک دیا تھا۔

ابھی وہ بجلی گھر سے بمشکل ڈیڑھ دو کلومیٹر دور آئے ہونگے کہ اچانک ایک کان پھاڑ دھماکہ ہوا اور تینوں دوڑتے ہوئے اچھل کر گر پڑے۔ ان کے نصب شدہ ٹائم بم ایک ساتھ پھٹے تھے۔ دھماکہ اس قدر شدید تھا کہ اس نے تینوں کو چند لمحات کے لیے ہوش و حواس سے بیگانہ کر دیا۔ پھر جوں ہی وہ سوچنے سمجھنے کے قابل ہوئے انہوں نے پیچھے کی طرف دیکھا۔ بجلی گھر اور پیٹرول ڈپو میں آگ کا ایک عظیم الاؤ روشن تھا جس نے صحرا کو دور دور تک منور کر رکھا تھا۔ تینوں کے چہرے اپنی کامیابی پر متمتع رہے تھے۔ تنویر کا بطور گروپ لیڈر یہ سوچ کر سرخرو سے بلند ہو گیا کہ پہلی کامیابی اس کی پارٹی کے حصے میں آئی تھی۔

اجل لائی تھی۔

محافظ جونہی زمیں پر گرا گن اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر دور جا گری۔ اور حیرت انگیز طور پر اس نے اٹھنے میں پھرتی دکھائی جب تک جولیادوسرا حملہ کرتی وہ سنہلنے میں کامیاب ہو چکا تھا۔

دوسری طرف میجر اور عمران میں دھینگا مشتی جاری تھی۔ عمران احتیاط کا مظاہرہ کرتے ہوئے کرارے ہاتھ دکھانے سے احتراز کر رہا تھا چونکہ وہ میجر سے تفصیلی معلومات حاصل کرنا چاہتا تھا۔ اور یہ اسی صورت ممکن تھا کہ جب میجر بغیر کسی شکست دریخت کے اس کے قابو میں آ جاتا۔

جولیاد فلائنگ کلک کھانے کے بعد کا اکلونا محافظ غصے سے پہنکار رہا تھا ایک لڑکی کے ہاتھوں مار کھانے کا خیال اس کے وہم و گمان تک میں نہ تھا اور اب وہ اس کی پوری پوری تلائی کرنا چاہتا تھا۔ جولیاد اس کی بدلتی ہوئی کیفیات کا بھرپور اندازہ لگا چکی تھی۔ اس لیے دوسرا حملہ کرنے میں اس نے دانستہ دیر لگائی وہ محافظ کو پہل کرنے کا موقع دینا چاہتی تھی اور اس وقت سپاٹ انداز میں کھڑی اسے گھور رہی تھی۔

محافظ اندھا دھند انداز میں جولیاد کی طرف بڑھا اور ایک زوردار سائیکل لگائی جسے ہاتھ پہ روکنے کی کوشش میں جولیاد نے کندھے پہ کھایا۔ اور اس کے ساتھ ہی پٹاخ کی آواز ابھری۔ جولیاد نے بغیر وقت ضائع کیے دائیں ہاتھ کا ایک بھرپور پھینر محافظ کے منہ پر جمایا تھا۔ محافظ

”کون ہو تم؟“ کوریڈور سے برآمد ہونے والا ریوالور بردار جو میجر پر شاد تھا کڑکتی ہوئی آواز میں بولا۔

”تمھاری موت!“ عمران نے سرد لہجے میں جواب دیا۔

”سر مجھے تو یہ وہی جاسوس لگتے ہیں جو آج ہیڈ کوارٹر سے فرار ہوئے تھے کیوں نہ ان کا قصہ پاک کر دیا جائے!“ گن بردار محافظ نے کہا۔

ابھی گن مین کی بات ختم نہ ہوئی تھی کہ عمران اڑتا ہوا میجر پر جا گرا۔ میجر کے ہاتھ سے ریوالور گر پڑا اس اچانک حملے سے وہ یکفخت ہو کھلا سا گیا تھا۔ عمران نے جونہی میجر پر چھلانگ لگائی۔ جولیاد نے کوئی لمحہ ضائع کیے بغیر ایک بھرپور فلائنگ کلک محافظ کے سینے پہ لگائی جو عمران اور میجر کو لڑتے دیکھ کر ایک لمحے کے لیے جولیاد کی طرف سے غافل ہو گیا تھا اور یہی غفلت اس کے لیے جولیاد کی صورت میں پیام

ایک لمحے کے لیے چکرا کر رہ گیا اور یہی لمحہ اس کے لیے بھاری ثابت ہوا کیونکہ جولیا نے فوراً ہی کرائے کا ایک زوردار ہاتھ اس کی گردن پہ دیا اور کٹک کی آواز کے ساتھ ہی محافظ کٹے ہوئے درخت کی طرح زمین پر آ رہا۔ اس کی گردن کی ہڈی ٹوٹ چکی تھی۔

اس وقت تک عمران میجر کو قابو کر چکا تھا عمران کے ایک سخت ہاتھ نے میجر کو ہوش و ہوا سے بیگانہ کر دیا تھا عمران کے اشارے پر جولیا نے محافظ کی لاش کو گھسیٹ کر دروازے کے ذریعے اندر کوریڈور میں پھینکا اور برآمدے سے اپنی اور عمران کی مشین گنیں اٹھا لائی۔ اس وقت تک عمران اندر واقع کمروں کی طرف بڑھ چکا تھا۔ میجر کے اہل خانہ ایک ہی کمرے میں سوئے ہوئے تھے۔ عمران نے بے ہوش کرنے والا ایک بم نکالا اور اس کمرے میں دے مارا اور دروازہ بند کر کے واپس آ گیا۔

میجر ابھی تک بے ہوش پڑا تھا۔ عمران نے میجر کو اٹھایا اور اندر کی جانب واقع ایک کمرے میں لا کر بیڈ پر لٹا دیا۔ جولیا بھی ساتھ تھی اس نے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کر دیا تھا۔ اور پھر چٹاخ، چٹاخ کی آوازیں کمرے میں گونج اٹھیں۔ عمران نے میجر کے منہ پر تھپڑوں کی بارش کر دی تھی۔ چند لمحے بعد میجر کسمسایا اور اس نے آنکھیں کھول دیں خوف اور حیرت کی ملی جلی کیفیت میں وہ عمران اور جولیا کو تکتے لگا۔

”مم..... مجھے مت مارو!“ میجر ہکھلایا خوف سے اس کا چہرہ پیلا پڑ چکا تھا۔

”ہمیں تم سے کوئی ذاتی پر خاش نہیں ہے اگر ہمارے سوالات کے صحیح جوابات دیئے جاؤ گے تو بچ رہو گے ورنہ ہم تمہاری زندگی کی ضمانت نہیں دے سکتے!“ عمران حوصلہ افزا لہجے میں بولا لیکن انداز بدستور سرد تھا۔

”مم میرے بچے.....!“ میجر کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن الفاظ اس کے منہ سے ادا نہیں ہو رہے تھے۔

”تمہارے اہل خانہ خیریت سے ہیں میں نے اس کمرے کا دروازہ بند کر دیا ہے اب تمہاری اور ان کی سلامتی کا تمام تر دار و مدار تمہارے رویے پر ہے!“ عمران اس کا مطلب سمجھتے ہوئے بولا۔

برآمدے میں ہونے والی ٹھکانی نے میجر کے ہوش ٹھکانے لگا دیئے تھے وہ حد سے زیادہ نروس ہو رہا تھا اس لیے وہ فر فر بولنے لگا۔

عمران نے میجر کے نام، کام، محکمے اور اختیارات سے متعلق مکمل معلومات حاصل کیں چونکہ اس کا تعلق سیشل سیکورٹی سے تھا۔ اس لیے اسے ہر جگہ جانے کی مکمل آزادی تھی۔ عمران نے میجر سے وہ خصوصی پاس بھی لے لیا جو ہنگامی حالات میں اس کے خصوصی اختیارات کا امین تھا۔

ایئر بیس اور ریڈار اسٹیشن کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے بعد عمران نے اسے بے ہوش کر کے باندھ دیا اس کی نبض سے یہ اندازہ لگانے میں دیر نہ لگی کہ وہ تین چار گھنٹوں سے پہلے ہوش میں نہیں آئے گا۔

عمران نے اپنی اندرونی جیب سے ایک چپٹا سا میک اپ باکس نکالا اور آئینے کے سامنے بیٹھ کر اپنا میک اپ کرنے میں مصروف ہو گیا۔ پانچ چھ منٹ کے اندر وہ میجر پرشاد کا روپ دھار چکا تھا۔ پھر اس نے جولیا کو اپنے سامنے بٹھایا اور اسکا بھی میک اپ کرنے لگایہ کام کرنے میں اسے چند منٹوں سے زیادہ نہ لگے۔

میک اپ مکمل کرانے کے بعد جولیا ابھی اور آئینے کی طرف بڑھی۔ قریب پہنچتے ہی اس نے فوراً پلٹ کر دیکھا۔ لیکن پیچھے کسی کو نہ پا کر وہ دوبارہ غور سے اپنے چہرے کی طرف دیکھنے لگی۔ قبل اس کے کہ وہ عمران سے کچھ کہتی عمران اس کی ذہنی کیفیت کو سمجھتے ہوئے بولا۔

”تم اس وقت میرے ڈرائیور کے روپ میں ہو جلدی سے یہ وردی پہن لو!“ عمران نے جولیا کو وردی تھاتے ہوئے کہا جو وہ دوسرے کمرے سے اٹھالایا تھا۔

جولیا کو وردی دے کر عمران خود ایک دوسرے کمرے میں گھس گیا جو میجر کا ڈریسنگ روم تھا وہاں جا کر عمران نے میجر کی وردی پہنی اور دوبارہ پہلے کمرے کا رخ کیا۔ جولیا گہرے سانولے رنگ کا نو جوان فوجی نظر آ رہی تھی۔

ضروری سازد سامان اٹھانے کے بعد دونوں باہر نکلے اور گیراج کھول کر میجر کی جیب نکال لی۔ گیراج اور گیٹ کی چابیاں وہ دوران تفنیش ہی میجر سے وصول کر چکے تھے۔ جولیا اس وقت ڈرائیونگ سیٹ پر تھی اور میجر پرشاد کی فراہم کی گئی معلومات کی روشنی میں متعلقہ

راستوں پر جیب کو دوڑائے لیے جارہی تھی۔ رہائشی علاقہ ختم ہوا تو وہ جلد ہی ایک چیکنگ پوسٹ پر جا پہنچے۔ میجر پرشاد کا سیشنل سکیورٹی کا کارڈ دیکھتے ہی چیک پوسٹ کے انچارج نے رکاوٹ ہٹائی۔ اس کے ساتھ ہی جولیا نے جیب آگے بڑھا دی۔ چند منٹ مزید سفر کرنے کے بعد وہ ایئر بیس کی حدود میں داخل ہو گئے۔ یہاں انہیں ایک اور چیک پوسٹ سے واسطہ پڑا۔

عمران نے دوبارہ سیشنل سکیورٹی کا کارڈ دکھایا اور بتایا کہ وہ ایئر بیس کی ہنگامی چیکنگ کے لیے جا رہا ہے۔ کور ہیڈ کوارٹرز سے دو جاسوسوں کے فرار ہونے کی خبر یہاں پہلے ہی پہنچ چکی تھی عمران نے چیک پوسٹ پر یہی بتایا کہ لیفٹیننٹ جنرل اشوک کمار کا حکم ہے کہ چھاونی، میزائل تنصیبات اور ایئر بیس سمیت جیسلمیر کے چپے چپے کی تلاشی لی جائے۔

رکاوٹ ہٹتے ہی جولیا نے گاڑی ایئر بیس کی عمارت کی طرف بڑھا دی۔ یہاں ہر طرف ان گنت سرچ لائٹس نصب تھیں ایئر بیس کی عمارت ان کی روشنی میں نہا رہی تھی۔ رات گئے بھی زندگی کے بھرپور آثار نظر آرہے تھے۔

عمارت کے قریب پہنچ کر جولیا نے جیب روک دی۔ جیب کے رکتے ہے ایئر بیس میں موجود ایک آفسر آگے بڑھا۔ وہ فضائیہ کا سکواڈرن لیڈر تھا اور ایئر بیس کا ٹائٹ انچارج بھی۔ چیکنگ پوسٹ والے اسے سیشنل سکیورٹی کے میجر کی آمد کی اطلاع دے چکے تھے۔

عمران جو نبی جیپ سے اُترا۔ سکوڈرن لیڈر نے گرمجوشی سے
عمران کا استقبال کیا اور اپنا تعارف کراتے ہوئے بولا۔
”سکوڈرن لیڈر ایس کے ملہو ترا!“

جواب میں عمران نے بھی اپنے تعارف میجر آرجی پرشاد کے طور
پر کرایا اور اسے بتایا کہ دو جاسوس جنہیں صبح ہی گرفتار کیا گیا تھا
ہیڈ کوارٹر سے فرار ہو گئے ہیں اور جنرل اشوک نے انہیں ہر صورت
میں دوبارہ پکڑنے کا حکم دیا ہے اور اسی آرڈر کی تکمیل کیلئے وہ ایئر بیس
اور ملحقہ عمارات کی تلاشی لینے آیا ہے۔

سکوڈران لیڈر ملہو ترا نے ہر ممکن تعاون کرنے کا وعدہ کیا اور
عمران کے ہمراہ وہ ایئر بیس کی عمارت اور کنٹرول روم کا جائزہ لینے چل
دیا۔ کنٹرول روم سے واپسی پر عمران کو ایئر بیس کی عمارت سے ذرا ہٹ
کر بلند و بالا عمارات کا ایک سلسلہ نظر آیا اور وہ ادھر دیکھتے ہوئے بولا۔
”اس طرف کا راؤنڈ بھی نہ لگایا جائے!“

”ادھر تو بینگر ہیں اور 24 گھنٹے کڑا پہرہ رہتا ہے آٹو بینک لاک لگے
ہوئے ہیں جو صرف مخصوص کی سے کھلتے ہیں!“ سکوڈرن لیڈر ملہو ترا
الٹھن آمیز لہجے میں بولا۔

”تو آپ کا کیا خیال ہے کہ جہاں سے وہ لوگ فرار ہوئے ہیں
وہاں لاک اور پہرہ نہیں تھا!“ عمران طنزیہ لہجے میں بولا۔

”اوہ نہیں..... میرا یہ مطلب نہیں تھا!“ سکوڈرن لیڈر معذرت
خواہانہ لہجے میں بولا شاید اسے اپنی غلطی کا احساس ہو چکا تھا۔

”خیر کوئی بات نہیں وجہ دراصل یہ ہے کہ ان مجرموں کو تالے
کھولنے میں غیر معمولی مہارت حاصل ہے جس کا انداز آپ ان کے
دن دیہاز سے فرار سے لگا سکتے ہیں!“ عمران چونکہ اس آفیسر سے
تعلقات خوشگوار رکھنا چاہتا تھا اس لیے فراخ دلانہ لہجے میں بولا۔

”اچھا تو پھر ٹھیک ہے وہاں بھی چیک کر لیتے ہیں!“ سکوڈرن لیڈر
نے جواب دیا اور اپنے ایک نائب کو بلا کر اسے بینگروں کی چابیاں لانے کا حکم
دیا۔ جب سکوڈرن لیڈر کا نائب چابیاں لے آیا تو وہ بینگروں کی جانب چل
دیئے۔ ایئر بیس پر رات کے وقت بھی جگہ جگہ گن بردار محافظ تعینات تھے
اور عمران کو مشن مکمل کرنے کے لیے حالات انتہائی ناسازگار نظر آ رہے تھے۔

صفدر کیپٹن شکیل اور صدیقی تینوں کمرے میں قید ہونے کی وجہ سے بہت مشکل کا شکار تھے۔ میزائل اسٹیشن کی تباہی کا لمحہ تیزی سے قریب آ رہا تھا اور وہ اپنے ہی چھائے ہوئے جال میں پھنس کر رہ گئے تھے۔ تینوں ابھی اسی سوچ میں گرفتار تھے کہ باہر نکلنے کے لیے کیا حربہ اختیار کریں کہ اچانک ایک زوردار دھماکہ ہوا شاید کہیں دستی بم پھینکا گیا تھا اور اس کے ساتھ بے مشین گنوں سے فائرنگ کی آوازیں آنے لگیں۔ صدیقی اٹھا اور زور زور سے دروازہ پینے لگا۔

”یوں کچھ نہیں ہوگا تم پیچھے ہٹو!“ کیپٹن شکیل نے صدیقی کو پیچھے ہٹایا اور کندھے کی ایک زوردار ٹکڑ دروازے پر دے ماری۔ کیپٹن نے مسلسل تین چار زوردار ٹکڑیں ماریں لیکن بے سود دروازہ نہ صرف نیا بلکہ خاصا مضبوط بھی تھا قبل اس کے کہ وہ مزید کوئی کارروائی کرتے باہر کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ تالے میں چابی لگنے کی آواز کے

ساتھ ہی دروازہ کھل گیا۔

دروازہ کھولنے والا وہی انچارج کیپٹن تھا۔ بموں کے دھماکوں اور فائرنگ کی آوازیں مسلسل آرہی تھیں۔

”سبس... سریہ دھماکے کیسے ہیں؟“ صفدر ان ہنگامی حالات میں بھی خاصی اچھی اداکاری کر رہا تھا۔

شاید بجلی گھر پر دھشت گردوں نے حملہ کر دیا ہے تم ایسا کرو فوراً اپنی رائفلیں اٹھاؤ اور ڈیوٹی سنبھال لو!“ انچارج بھی دھماکوں کی آواز سے خاصا نروس ہو رہا تھا۔ اس لیے اس خیال سے خوفزدہ تھا کہ اگر دھشت گردوں نے میزائل تنصیبات پر حملہ کر دیا تو کیا بنے گا۔ بیرونی محافظوں کو وہ خود ہی قید کر چکا تھا اس لیے تمام تر نقصان کی ذمہ داری لامحالہ اُسی پر پڑتی چنانچہ اس نے عافیت اسی میں سمجھی کہ گیٹ پر تعینات محافظوں کو فوری طور پر باہر بھجوا دے۔

صفدر کیپٹن شکیل اور صدیقی نے اس خدائی مدد پر سکون کا سانس لیا اور اپنی رائفلیں سنبھال کر باہر کا رخ کیا۔ انہیں باہر نکال کر انچارج کیپٹن نے گیٹ کو اندر سے بند کر دیا تھا۔ ابھی انہیں باہر آئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ ایک کان پھاڑ دھماکہ ہوا اور ان کی سوچنے سمجھنے کی تمام صلاحیتیں صفر ہو کر رہ گئیں۔

جونہی اُن کے اوسان بحال ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ کور ہیڈ کوارٹر اور ملحقہ تنصیبات اندھیرے میں ڈوب گئی تھیں۔ بجلی گھر اور پیٹرول ڈپو کی تباہی سے آگ کا ایک عظیم الاؤ روشن تھا۔ اور پھر فوراً

ہی انہیں میزائل تنصیبات میں نصب ٹائم بموں کا خیال آ گیا چنانچہ انہوں نے مخالف سمت میں دوڑ لگا دی۔

ریت میں بھاگنا جوئے شیر لانے سے کم نہ تھا۔ مزید یہ کہ بجلی گھر کی تباہی سے پورا کور ہیڈ کوارٹر جاگ اٹھا تھا اس لیے وہ جلد از جلد چھاؤنی کی حدود سے نکل جانا چاہتے تھے وہ بھاگے جا رہے تھے کہ ایک ہولناک دھماکہ ہوا جس نے صحرا کو لرزا کر رکھ دیا تھا ابھی اس دھماکے کی بازگشت ختم نہ ہوئی تھی کہ پے در پے کان پھاڑ دھماکوں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا۔

صفدر وغیرہ کے لگائے گئے ٹائم بموں کے دھماکوں کے بعد اب میزائلوں میں نصب انتہائی تباہ کن وار ہیڈز پھٹنے لگے تھے۔ پہلے دھماکے کے ساتھ ہی صفدر کیپٹن شکیل اور صدیقی الٹ کر گرے تھے۔ خوفناک دھماکوں نے ان کی سننے سمجھنے اور سوچنے کی تمام صلاحیتیں سلب کر لی تھیں۔

بمیں کی ماں اور ڈیزی کٹر بموں کے پھٹنے سے میزائل تنصیبات میں زمین شق ہو گئی اور آگ کے بڑے بڑے الاؤ روشن ہو گئے۔ جگہ جگہ بڑے بڑے گڑھے سے بننے لگے۔ ریت نے اڑ کر آندھی کی شکل اختیار کر لی تھی اور اڑنے والی یہ ریت صفدر کیپٹن شکیل اور صدیقی تک بھی پہنچ رہی تھی۔ خاصی دیر کے بعد جب ان کے حواس بحال ہوئے تو وہ اٹھے اور تیزی سے ایک بار پھر چھاؤنی سے مخالف سمت میں بھاگنے لگے انہوں نے اپنا فرض ادا کر دیا تھا۔

عمران اور جولیا جب انچارج کے ہمراہ بیٹنگروں کے پاس پہنچے تو انچارج نے باری باری سب بیٹنگروں کو کھلوا کر تلاشی لینا شروع کی ابھی وہ چوتھے بیٹنگر کی تلاشی لے رہے تھے کہ ایک دھماکے کی آواز سنائی دی جیسے کہیں ہینڈ گرنیڈ پھینکا گیا ہو اور پھر فائرنگ کی آوازیں آنے لگیں۔ سب لوگ چونک کر ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے اور پھر فضا پے در پے دھماکوں سے گونجنے لگی۔

”یہ کیا ہو رہا ہے؟“ انچارج ان دھماکوں اور فائرنگ کی آوازوں سے پریشان سا ہو گیا تھا۔

”شاید کہیں دھشت گرد گھیر لیے گئے ہیں!“ عمران خیال انگیز لہجے میں بولا۔

”تو پھر اب مزید بیٹنگروں کی تلاشی کی ضرورت تو نہیں رہی!“ انچارج جلد ہی جان چھوٹ جانے پر خوش ہوتے ہوئے بولا۔

”ہاں اب واقعی اس کی ضرورت نہیں رہی!“ عمران بد لے ہو لے لہجے میں بولا اور اس کے ساتھ ہی اُس نے اچانک دائیں ہاتھ سے کرائے کا ایک چٹا دار انچارج کی گردن پر دیا کلک کی آواز آئی اور انچارج کٹے پتنگ کی طرح لہراتا ہوا زمین پر آگرا۔ اُس کا جہان فانی سے رابطہ منقطع ہو چکا تھا۔

جولیا نے اسی دوران بالکل یہی سلوک اُس نائب کے ساتھ کیا جس کے پاس بیٹنگروں کی چابیاں تھیں۔ نتیجہ کے طور پر اب وہ دونوں بیٹنگر میں بلا شرکت غیرے موجود تھے۔ بیٹنگر کا دروازہ کھولنے اور طیارے کو پرواز کیلئے تیار کرنے میں پانچ دس منٹ سے زیادہ نہ لگے اور پھر عمران جلدی سے طیارے کے دنگ پر چڑھ گیا اور کھڑکی کھول کر پائلٹ کی سیٹ پر سوار ہو گیا۔ جولیا بھی معاون پائلٹ کی سیٹ پر جا بیٹھی تھی۔ عمران نے طیارے میں بیٹھتے ہی اس کا ایندھن اور اسلحہ چیک کیا۔ طیارے کا کمپیوٹر ہر شے اوکے ہونے کا اشارہ دے رہا تھا۔ یہ جیکو اربمبار تھا عمران نے طیارے کو اشارت کیا اور بیٹنگر سے باہر نکال لایا اور باہر آتے ہی اُس نے طیارے کو رن وے پر دوڑانا شروع کر دیا اس سے قبل وہ حفاظتی بیلٹس باندھنا نہیں بھولا تھا۔ اچانک ایک زوردار دھماکہ ہوا اور رن وے سمیت پورا ایریس تارکی میں ڈوب گیا۔

عمران نے سوچا کہ تنویر اپنا کام دکھا چکا ہے اور پھر اُس نے طیارے کو ہوا میں بلند کیا اور چکر کاٹ کر حملہ کرنے کی پوزیشن میں لے

آیا۔ ایریس کا عملہ اس اچانک پرواز سے خاصا ہراساں ہو رہا تھا۔ انچارج سکوادرن لیڈر غائب تھا اور بجلی کی فراہمی بھی معطل ہو چکی تھی ان حالات میں وہ لوگ بالکل بے دست و پا ہو کر رہ گئے تھے۔ اس دوران ایک اور کان پھاڑ دھماکہ ہوا یہ میزائل تنصیبات کے ملیامیٹ ہونے کا اعلان تھا۔

حملے کی پوزیشن میں لا کر عمران نے اپنے جیکو اربمبار کو غوطہ دیا اور ایریس کی عمارت کے اُس حصے کو نشانہ بنایا جہاں کنٹرول روم بنایا گیا تھا۔ پہلے ہی حملے میں عمران نے راکٹ بم اور مشین گنوں کے ذریعہ گولیاں برسانے میں خاصی فراخ دلی کا مظاہرہ کیا تھا۔ طیارے کو پلٹا کہ عمران نے دوسرا حملہ کرنے کے لیے اسے مخصوص زاویے پر لا کر ایریس کنٹرول سسٹم پر ایک دفعہ پھر قہر برپا کر دیا۔

جیکو اربمباروں میں انتہائی تباہ کن بم نصب ہوتے ہیں جو دشمن ممالک کے رن وے اور اہم تنصیبات کو ملیامیٹ کر کے رکھ دیتے ہیں عمران ان بڑے بموں کے ذریعے ریڈار اسٹیشن اور بیٹنگروں کو نشانہ بنانے کا فیصلہ کر چکا تھا۔ اور پھر اس نے ایریس کے اوپر تین چار غوطے لگائے اور ریڈار اسٹیشن اور بیٹنگروں پر ٹھیک ٹھیک نشانے لگا کر ایریس کے طول و عرض میں قیامت برپا کر دی۔

جیکو اربمبار میں نصب تمام بم برسا کر عمران نے اس کا رخ پاکیشیائی سرحد کی طرف موڑ دیا اور طیارے میں نصب وائریس کے ذریعے ہلکے زبرد سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرنے لگا جو پہلے سے طے شدہ

پروگرام کے مطابق سرحد پر واقع اطلاعاتی مرکز میں جدید ترین ہیلی کاپٹر لیے موجود تھا۔ رابطہ قائم ہوتے ہی عمران نے مخصوص کوڈ میں اسے فوراً پہنچنے کا اشارہ دیا جولیا اس کال کے بارے میں کچھ بھی نہ جان پائی تھی۔

بلیک زیرو کو پیغام دینے کے بعد عمران نے جولیا کو طیارے سے کود جانے کا کہا اور جولیا نے اپنی سیٹ کے ساتھ لگا ایک سرخ رنگ کا بٹن دبا دیا اس کی نشست ایک جھٹکے کے ساتھ طیارے سے الگ ہو کر فضا میں بلند ہو گئی۔

عمران نے طیارے کا رخ ایک بار پھر ایئر بیس کی طرف موڑ دیا۔ اور مخصوص زاویے میں لا کر اس کا رخ زمین کی طرف کر دیا اور ہنگامی حالات میں طیارے سے کودنے والا بٹن دبا دیا عمران کی سیٹ بھی ایک جھٹکے کے ساتھ طیارے سے الگ ہو گئی۔

طیارے کا رخ ٹھیک ہینگروں کی طرف تھا جہاں انتہائی تباہ کن بموں سے لیس 3 سکواڈرن آگ اور شعلوں میں گھرے ہوئے تھے۔ جونہی عمران کی نشست طیارے سے الگ ہوئی طیارہ انتہائی تیزی سے اڑتا ہو ہینگروں سے جا ٹکرا اور تباہ کن دھماکوں کا ایک نیا سلسلہ شروع ہو گیا۔

زمین پر قدم رکھتے ہی عمران نے پیراشوٹ سے نجات حاصل کی اور ممبرز کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ جلد ہی وائچ ٹرانسمیٹر پر رابطے کے ذریعے جولیا کے سوا سب لوگ ایک جگہ پر اکٹھے ہو چکے تھے۔ جولیا کی

تلاش شروع ہوئی تو تمام ممبران صحرا میں بکھر کر اسے تلاش کرنے لگے لیکن یہ خیال بھی رکھا کہ وہ خود ایک دوسرے سے نہ پھٹ جائیں اچانک تنویر کی کڑکڑاتی آواز سنائی دی۔

”ہالٹ!“ یہ سنتے ہی سب لوگ اس کی طرف دوڑے۔

”میں کہتا ہوں ہاتھ اوپر کر لو!“ تنویر پھر چیخا کیونکہ جولیا کی تلاش کے دوران اچانک اس کی مڈ بھیڑ ایک کافرستانی سپاہی سے ہو گئی تھی۔ ”کیوں کیا یہ ضروری ہے؟“ سپاہی نے جب جولیا کی آواز میں سوال داغا تو سب پر حیرتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔

”جولیا تم!“ تمام ممبرز بے اختیار بول پڑے۔

عمران اس صورتحال پر مسکرائے لگا اس نے اپنی جیب سے جیسلمیر کا نقشہ اور کمپاس نکالا اور پاکیشیائی سرحد کا تعین کرنے لگا ان کے عقب میں دھماکے ابھی تک جاری تھے اور جگہ جگہ آگ کے بڑے بڑے الاؤ روشن تھے سمت کا تعین کرنے کے بعد وہ سب تیزی سے پاکیشیائی سرحد کی طرف بڑھنے لگے 15 منٹ بعد ہیلی کاپٹر کی آواز نے تمام ممبرز کو ہراساں کر دیا۔

عمران کو اندازہ لگانے میں دیر نہ لگی کہ بلیک زیرو پہنچ چکا ہے ہیلی کاپٹر نیچے اترا تو عمران نے تعارفی کوڈز کا تبادلہ کیا اور سیکرٹ سروس کے ارکان کو اس میں سوار ہونے کا کہا۔

ارکان کو یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ ہیلی کاپٹر کہاں سے آیا ہے۔ اچانک تباہی نے جیسلمیر میں تعینات کافرستانی آری اور فضا یہ کو ہوش

عمران سیریز کے قارئین کیلئے ایک انوکھی اور دلچسپ پیشکش

ایکسٹو آف لائن

X2 msn chat group میں شامل ہو کر 'عمران' بلیک زیرو اور

سیکٹ سرورس کے ارکان کے نام پیغامات Message Board پر

چسپاں کریں 'پاکیشیا' کے خلاف ہونے والی عالمی سازشوں سے نمٹنے کیلئے

ایکسٹو کو اپنے بیش قیمت مشوروں سے نوازیں۔ اپنی تصاویر

Pictures Link پر سجا ئیں 'سیکٹ ورلڈ' کے بارے میں نت نئے

آئیڈیاز کا تبادلہ کریں اور Chat Room میں گروپ کے ارکان

کے ساتھ گپ شپ سے لطف اندوز ہوں ابھی جوائن کریں۔

<http://groups.msn.com/x2-online>

عقاب صحرائی: منیجر ایکسٹو آن لائن ایم ایس این گروپ

E-Mail: uqaabsehrai@msn.com

وہ اس سے بیگانہ کر دیا تھا اس لیے ہیلی کا پٹر میں سوار سیکرٹ سرورس کے ارکان نے کسی فضائی ڈبھیٹر کے بغیر ہی سرحد عبور کر لی اس دوران تینوں پارٹیوں نے مختصر الفاظ میں اپنے اپنے مشن کی تکمیل کا قصہ سنایا۔ کافرستانی فوج نے پاکیشیا پر آتش و آہن کی بارش کے لیے جو تباہ کن گولہ بارود جمع کیا تھا اس کے دھماکوں نے پورے جیسلمیر کو ہلا کر رکھ دیا تھا "آپریشن 11 ستمبر" کی دھجیاں اڑ چکی تھیں اور ایکسٹو نے ایک بار پھر اپنا وعدہ پورا کر دیا تھا۔

مشت

جاسوسی ادب میں سپائس اور ایکشن کی انتہاؤں کو چھونے والا ناول

کیمیکل ایک

شائع ہو گئی

مشرق وسطیٰ کے تیل کے ذخائر پر قبضے کی عالمی سازش سے جنم لینے والی ایک تہلکہ خیز داستان۔

عراق کی خلاف فوجی کارروائی کے دوران صدام کے آبائی شہر تکریت پر ایٹمی حملے کا جواز پیدا کرنے کیلئے اسرائیلی خفیہ ایجنسی موساد کے ایجنٹوں کی طرف سے امیریمیا کے اہم ترین نارگٹ پر نام نہاد فدائین صدام کے ہمیں میں کیمیکل ایک کا خوفناک منصوبہ۔

پوری دنیا کو دہشت زدہ کرنے کیلئے عراق کو ایٹمی حملے کے ذریعے نشان عبرت بنانے کے انتہائی خفیہ پلان کی اطلاع عمران کو کیسے ملی؟

عراق کے خلاف جنگ کے دوران ایٹمی تباہ کاری کے مظاہرے کے ذریعے اسرائیل کیا کیا مقاصد حاصل کرنا چاہتا تھا؟

عمران نے امیریمیا میں کیمیکل ایک کو ناکام بنانے کیلئے اپنی جان کیوں لڑادی؟ اس خوفناک حملے سے پاکیشیا اور پوری اسلامی دنیا کے مفادات کو کس قدر سخت نقصان پہنچ سکتا تھا؟

اسرائیلی خفیہ ایجنسی موساد نے آپریشن کیمیکل ایک کے لیے وہ کیا فول پروف انتظامات کیئے تھے کہ عمران کو بھی دن میں تارے نظر آ گئے؟

کیمیکل علی کون تھا؟ کیمیکل ایک کا ملکہ اس پر ڈالنے کیلئے عراقی حکومت کا کون سا اعلیٰ عہدیدار اسرائیل سے ملا ہوا تھا۔ صدام حسین کے کون سے وفادار ساتھی اس سے غداری کے مرتکب ہو رہے تھے؟

یہ سب جاننے کیلئے پڑھئے شاہکار ناول..... کیمیکل ایک

انڈورلڈ کی مدد سے لڑی جانے والی پس پردہ سفارتی جنگ کی تہلک خیز روداد

آپریشن شانتی

زید طبع

پاکیشیا اور کافرستان کے درمیان کشیدگی کی بنیادی وجہ کے خاتمے کی اکیمریمین حکومت کی شدید خواہش سے فائدہ اٹھانے کی خوفناک سازش۔

آپریشن شانتی کیا تھا؟ امن بم کے حملے کیلئے کافرستانی حکومت نے پاکیشیا کیخلاف کون سا نیا محاذ کھولا؟

عمران کو آپریشن شانتی سے آگاہ کرنے کا کارنامہ کس نے انجام دیا؟ آپریشن شانتی کے سلسلے میں کس جلاوطن شخصیت نے اکیمریمیا اور کافرستان سے سوے بازی کر کے پاکیشیا کی نو منتخب جمہوری حکومت کو سخت مشکل میں ڈال دیا؟

آپریشن شانتی کے توڑ کیلئے عمران کو کیا پاؤں بیلنے پڑے؟ اعصاب شکن سفارتی جنگ کے دوران عمران نے سرسلطان کو کیا فارمولا پیش کیا؟

مسئلہ کشمیر کے حل کا فورتحہ آپشن کیا تھا؟ عمران نے حکومت پاکیشیا کو اچانک بہت کچھ داؤ پر لگانے کیلئے کیسے تیار کیا؟

کافرستانی حکومت کے پاکیشیا پر ”امن بم“ سے حملے کا کیا نتیجہ نکلا؟ کیا آپریشن شانتی کامیاب ہو گیا؟ کافرستان کی طرف سے اکیمریمین حکومت کو اپنے مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی سازش میں کون کون لوگ شریک تھے اور کیا کیا مقاصد حاصل کرنا چاہتے تھے؟

آپریشن شانتی کے فیصلہ کن لمحات میں عمران کو کس اہم شخصیت کے بھیس میں بذات خود سفارتی چالیں چلنا پڑیں؟ ڈپلومیٹ کی حیثیت سے سنجیدہ گفتگو کی کئی کئی گھنٹے طویل نشستوں کے دوران کیا عمران اپنی زبان میں ہونے والی کھجلی پر قابو پانے میں کامیاب رہا؟

یہ سب جاننے کیلئے پڑھئے شاہکار ناول..... آپریشن شانتی

زیر طبع

گریٹ گیم 2

- وسط ایشیا کے تیل اور گیس کے ذخائر پر قبضے کیلئے اکیمریمیا اور اسرائیل کی خوفناک سازش
- گریٹ گیم 2 پر عملدرآمد کیلئے پاکیشیا اور افغانستان کو عدم استحکام سے دوچار رکھنا کیوں ضروری تھا؟
- کس اتفاقی حادثے نے عمران کو گریٹ گیم 2 کے بلیو پرنٹ تک پہنچا دیا؟
- عمران نے گریٹ گیم 2 کو ناکام بنانے کیلئے کیا اچھوتا پروگرام بنایا جسے سن کر سرسلطان ایک لمحے کیلئے دم بخود رہ گئے؟

- اکیمریمیا نے گریٹ گیم 2 پر عملدرآمد کیلئے کافرستان سے مدد طلب کرنے کا فیصلہ کیوں کیا؟
- افغانستان میں اکیمریمین سیکرٹ سروسز کے رینجمن ہیز کوارٹرز میں داخل ہونے کیلئے عمران کو کونسا ایسا بہروپ اختیار کرنا پڑا جسے دیکھ کر جولیانے سرپیٹ لیا؟
- وسط ایشیا کی نوآزاد مسلم ریاستوں میں اپنی زندگی کی تیز ترین کارروائی کے دوران سیکرٹ سروس کے ارکان کو کیسی کیسی حیرتوں کا سامنا کرنا پڑا؟
- وسط ایشیا کے تیل اور گیس کے ذخائر کی خریداری کیلئے اکیمریمیا اور شوگران میں جاری سرد جنگ کا کیا نتیجہ نکلا؟
- کیا اکیمریمیا اور اسرائیل گریٹ گیم 2 کے روڈ میپ پر عملدرآمد میں کامیاب ہو گئے؟

☆ یہ سب جاننے کیلئے پڑھئے شاہکار ناول گریٹ گیم 2 ☆

عمران میریڑ میں شاہکار ناول
کچھ منتخب سیرالیں

1. آپریشن 11 ستمبر
2. کیمیکل اٹیک
3. آپریشن شانسی
4. گریٹ گیم 2
5. ٹرانسپیرنٹ بلڈ
6. کیمپ ایکسپریس
7. شیطانی کھیل
8. کلوننگ بم
9. آپریشن دجال
10. خودکش حملہ



عقاب حمرانی

کتاب و قلم

نوائے پریس

19- پیرا اخبار نچواں کلاں لاہور

MOBILE: 0333-4339455

E-mail: vip_publishers@yahoo.com

